مصباح التجوید

نام کتاب	:	مصباح التجوید
موئلف	:	محمد عبدالولی ابن امام الدین
سن اشاعت	:	جنوری 2008ء
تعداد	:	
صفحات	:	
کتابت	:	سمیر حاجی (سمیر ٹیلی کام ریشی بازار اسلام آباد)

کتاب ملنے کے پتے

جامعہ اسلامیہ انوار العلوم وندی پورہ کوکرناگ کشمیر

بشارت بک ڈیپو متصل رنگر مسجد (مرکز تبلیغ) نائدکدل سرینگر کشمیر۔

تفصیل عنوانات

انتساب

۱) صاحبِ ام الکتاب امام کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی ذات والاصفات کی طرف ۔

۲) استاذ الاساتذہ حضرت علامہ حافظ محمد چراغ رحمتہ اللہ علیہ کی طرف (بانی جامعہ انوارالعلوم دندی پورہ)۔

۳) اُن تمام اساتذہ کرام کی طرف جن کی محنتوں اور شفقتوں کی برکت سے احقر کو قلم سنبھالنے کی توفیق عنایت ہوئی ۔

۴) مرحومین و مغفورین والدین کے نام جو احقر کو دُعاؤں سے نواز کر سفرِ آخرت کو کوچ کر گئے ۔

محمد عبدالولی غفر اللہ و الِوالدیہِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض حال

لاتعداد شکر وثنا اُس ذاتِ وحدہٗ لاشریک کیلئے ہے۔جس نے ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا۔اوران گنت درود وسلام ہو۔امامِ کائنات خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ والاصفات پر۔جن کے طُفیل قرآنِ مقدس کا نسخہء کیمیا عطا ہوا۔وبعد۔1992ء سے راقم آثم نے تقریباً سات سال کا عرصہ شانگس بستی میں گزارااور وہاں ملت کے نونہالوں کی دینی خدمت کا موقع ہاتھ آیا۔جامعہ اسلامیہ انوار العلوم دندی پورہ کی نسبتِ فرزندی کی برکت سے شعبہء تجوید وقرأت کی خدمت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔عوام الناس قرآنِ کریم کی خواندگی میں کیا کیا کرگزرتے ہیں۔اس کا بھرپور اندازہ اور تجربہ ہوا۔اور گوشئہ دل میں یہ آرزو انگڑائیاں لینے لگی کہ چند ضروری قواعدِ تجوید کو مرتب کر کے ملتِ اسلامیہ کشمیر کے ہاتھوں میں تھما دیا جائے تاکہ صحتِ قرآن کریم کا جذبہ بےدار ہو سکے۔مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ یہ تمنا گاہے سوگئی، اور گاہے بیدار ہوتی رہی۔ بالاخر بتوفیقِ مالک ارض وسما قلم ہاتھ میں سنبھالا اور قواعد کو ترتیب دینے کا کام شروع کیا خدائے ذوالجلال والاکرام نے ہمت دی اور نتیجتاً اُس محنت نے کتابچہ کی شکل دھار لی۔کتاب میں جو خوبیاں ملیں گی۔وہ خدا کا انعام سمجھیں۔اور جو کوتاہیاں ملیں گی وہ احقر کی سراپا کمزوری پر محمول کریں۔عوام الناس خُذۡ مَا صَفَا وَدَعۡ مَا كَدَرَ (صاف ستھرا لے لیں اور گدلا کو چھوڑ دیں) پر عمل کریں اور اہل علم میری کوتاہیوں کو معاف فرما کر اصلاح فرمائیں۔ یوں تو معتبر قراء اور علماء کی آراء آپ کی نظر نواز ہوں گی۔تاہم انسان خطا وسہو کا مرکب ہے۔کتاب کی کمپیوٹرائزڈ کتابت کرنے میں محترم شوکت احمد اندابی صاحب اسلام آباد اور محترم سمیر حاجی صاحب (سمیر ٹیلی کام ریشی بازار اسلام آباد) کا تہہ دل سے شکر گذار اور دعا گو ہوں۔اور

کتاب کی اشاعت کے مرحلے میں معاونت کرنے والے مختلف احباب بھی قابلِ مبارکباد ہیں۔جن میں محترم حاجی ریاض احمد خان صاحب لال بازار سرینگر اور محترم مولوی محمد شفیع صاحب ''بانی مدرسہ نور القرآن سنگم'' قابل ذکر ہیں۔ربِ کائنات مذکورین اور غیر مذکورین اپنی رحمتِ کاملہ سے شایانِ شان حصہ عطا فرمائے اور کتاب ہٰذا کو قبول فرما کر راقم آثم ذخیرہ آخرت بنائے۔اور مدارس و مکاتب، سرکاری وغیر سرکاری اداروں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبائے عزیز کیلئے نافع بنائے۔

آمین ثم آمین

اپنے رب کا عاجز بندہ

محمد عبدالولی چراغ دندی پورہ

کلماتِ صدق وعدل از حضرت مولانا قاری ابوالحسن اعظمی صاحب مُدرس شعبۂ تجوید وقرأت دارالعلوم دیوبند (یو. پی)

ارشادِ ربانی : ۔ اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِکّرَ وَ اِنَا لَہ‘ لَحَافِظُوْنَ ٥ (حجر)
اللّٰہ رب العزت نے اسباب کے طور پر اپنے کلام کی ہمہ جہتی حفاظت کیلئے علومِ قرآنی سے متعلق ہر علم کے محقق علماء کو کھڑا کیا۔ خوب واضح رہے کہ علومِ سبعہ قرآنی میں علمِ تجوید وقرأت اولین اور بنیادی علم ہے۔ حروفِ قرآنیہ کی صحت اور اُن کی کما حقہٗ مکمل صحیح قرأت کا مدار ہی علمِ تجوید پر ہے۔ اسی لئے اس اہم علم کی خدمت کیلئے ہر زمانہ ہر دور اور دائرہ میں علماء فن متوجہ رہے۔ اسکے لئے اپنی زندگیاں وقف کیں۔ اور بلا شبہ یہ حضرات مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ہمارے محترم دوست جناب مولانا قاری محمد عبدالولی چراغ کشمیری بھی انہیں سعادت مند بندگانِ خدا اور توفیقیافتہ خدامِ قرأت میں سے ہیں۔ آپ نے بتوفیقِ الٰہی اس مبارک اور اقدمُ العلوم علمِ تجوید پر زیرِ نظر کتاب مُرتب فرمائی۔ آغازِ کتاب میں جو تحریر لاحق ہے وہ بڑی دلسوزی کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ جسکی بہر حال قدر کی جانی چاہئے۔ مسائل کتاب بھی تفصیل اور تحقیق کے ساتھ سُپردِ قرطاس کیئے گئے ہیں۔ درمیان میں دیئے گئے مشورے بھی قابل توجہ ہیں۔ راقمُ الحروف کو کتاب پر نظر ڈال کر اور اُس کے مشتملات کو دیکھکر بے حد مسرت ہوئی۔ شائقین علمِ تجوید کیلئے یہ کتاب قابلِ استفادہ ہے۔ ضرورت ہے کہ جلد از جلد کتابت کی اغلاط سے پورے طور محفوظ رہتے ہوئے زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر شائقین کیلئے استفادہ کا سامان ہو۔ اللّٰہ تعالیٰ مئولف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور کتاب کو بیش از بیش نافع بنائے۔ آمین

ابو الحسن اعظمی (دارالعلوم دیوبند)

۱۴ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ

کلماتِ بابرکات از حضرت مولانا قاری رضوان نسیم صاحب
مُدرس شعبۂ تجوید قرأت مظاہر علوم سہارنپور (یو. پی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ اللّٰهِ الَّذِیْ وَفَّقَنَا لِخِدْمَةِالْقُرْآنِ الْكَرِيْمِ
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى نَبِيّه الْكَرِيْمِ (اَمَا بَعْدُ)

جناب محترم قاری محمد عبداولی چراغ صاحب کی تالیف مصباح التجوید کا مسودہ جسکی پروف ریڈنگ اور فہرست عنوانین وغیرہ کئی چیزیں باقی تھیں نظرنواز ہوا۔ بالتفصیل وبالاستیعاب دیکھنے کا تو وقت نہیں مِلا ، پھر بھی کہیں کہیں نظر ڈالی اندازہ ہوا کہ قاری صاحب موصوف نے کافی محنت کر کے یہ کتاب مرتب فرمائی ہے۔ بحیثیت مجموعی کتاب مفید اور معلومات افزاء ہے، زیورِطبع سے آراستہ ہوکر جب طلباءِ کرام اور شائقین تجوید کے ہاتھوں میں جائیگی تو انشاءاللہ قدر کی نگاہ سے دیکھی جائیگی۔ اور بہت لوگ اس سے استفادہ کریں گے۔ دُعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اسکو شرفِ قبول سے نوازے۔ اور مئولفِ محترم کی محنت کو بارآور فرمائے۔ فقط رضوان نسیم خادم تجوید وقرأت مظاہر علوم سہارنپور یوپی ہند ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ۔

تقریظ دلپذیر از حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب مظاہری

صدر مُدرس جامعہ انوار العلوم دندی پورہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قرآنِ عظیم چونکہ کلامِ الٰہی ہے، لہٰذا اس کا ایک حق یہ بھی ہے کہ جس طرح اس کا نزول ہوا ہے اُسی طرح اس کو پڑھا جائے۔ اسی بِنا پر علماء نے مطابقِ نزول پڑھنے کو فرض عین قرار دیا ہے۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر علماء نے ہر دور میں فنِ تجوید وقرأت پر مختلف زبانوں میں متعدد کتب ورسائل تحریر فرمائے ہیں۔ قرآنِ کریم کا یہ ایک عظیم معجزہ ہے۔ کہ کرۂ ارضی کے مختلف گوشوں پر اکثر بسنے والے مختلف زبانوں کے حاملین قرآن کریم کو اُسی لہجہ، اُسی انداز، اُسی ادائیگی تلفظ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ جس طرح اُس کا نزول ہوا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ عوام الناس کی ایک بڑی تعداد لا پرواہی و بے توجہی کی وجہ سے اس فن سے بالکل نابلد ہے۔ جیسے کہ ہماری وادی میں عوام الناس کے اکثر طبقے میں اپنا ہی ایک الگ طرز اور انداز اختیار کیا ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر وادی کشمیر کی اولین درسگاہ جامعہ اسلامیہ انوار العلوم اندی پورہ کے عالمِ باکمال، قاری بے مثال حضرت الاستاذ مولانا قاری محمد عبدالولی صاحب چراغ دامت برکاتہم نے فن تجوید وقرأت پر کتاب ہٰذا مصباح التجوید کے نام سے تالیف فرمائی ہے۔ یوں تو اس فن پر اقصائے عالم میں مختلف زبانوں میں ہزاروں کی تعداد میں کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جارہی ہیں مگر کتاب کے دیکھنے سے احقر نے جو وضاحت، اندازِ بیان اور انفرادیت حضرت موئلف کی اس تالیف میں پائی وہ دوسری کتب میں نایاب ہیں۔ کیوں نہ ہو، خدا ذوالمنن نے جو تحقیق و تدقیق کا وصفِ خاص حضرت العلام حافظ محمد چراغ نصیر القاسمیؒ کو عطا فرمایا تھا۔ اُس وصفِ خاص کا ایک وافر حصہ آں موصوف نے حضرت العلام کے سامنے زانوئے تلمذ اختیار کر کے لے لیا ہے۔ جس کا اندازہ ہر قاری کو کتاب ہٰذا کے دیکھنے سے ہی ہوگا۔

احقر دل کی عمیق گہرائیوں سے رُب العزت کی بارگاہِ عالیہ میں دست بدعا ہے۔ کہ موئلف کی یہ تالیف عوام وخواص کیلئے نفع بخش اور موئلف کیلئے آخرت میں نجات کا باعث بن جائے۔

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

دعا گو

العبد محمد امین المظاہری عفا اللہ عنہٗ

خادم الافتاء والتد ریس جامعہ اسلامیہ انوار العلوم دندی پورہ

۱۹ شوال المکرّم ۱۴۲۸ھ

تقدیم:۔ ازمفسرِ قرآن حضرت مولانا مفتی فیض الوحید القاسمی صاحب بانی مرکز المعارف بٹھنڈی (جموں)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

علمِ تجوید حقانیت اسلام کی زندہ دلیل

یہ ایک نا قابلِ انکار ہے۔جسکو جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ قیامت تک اپنی اصلی شکل میں باقی رہنے والا دین بس دینِ اسلام ہی ہے۔ایمان والوں کا تو یہ عقیدہ ہے ہی، دوسرے بھی درونِ خانہ دل کی گہرائیوں سے اس کو جانتے ہیں۔ہاں! مگر مانتے کم ہی ہیں! قرآن نے اسی طرف اِشارہ کیا ہے، اور اُنہوں نے ظلم و تکبر کی وجہ سے اس کا انکار کر دیا، حالانکہ اُن کے دل اُس کو مان چکے تھے، (سورۃ نمل ۱۴)۔دیکھئے تو سہی! سیدنا موسیٰ علیہ اسلام، سیدنا عیسیٰ علیہ اسلام اور دوسری اولوالعزم شخصیات دنیا سے پردہ فرماتی ہیں، تو اُن کے ساتھ ہی ساتھ اُن کی مقدس سیرتیں، اُن کی تعلیمات، اُن کی پند و نصائح سب طاقِ نسیان کی زینت بن جاتی ہیں، اورتو اور اُن پر نازل ہونے والی کتبِ مقدسہ کو بھی اُن کے متبعین، اپنی اصلی شکل کے ساتھ زندہ رکھنے میں نا کام ہو جاتے ہیں، اصل عبارتوں کی حفاظتوں کا تو تصور بھی نہ کیجئے ،بس مفہوم کے نام پر جو کچھ باقی رہ جاتا ہے، اُس کے بارے میں بھی اُن کے درمیان شکوک و شبہات کی وہ کھائیاں کڑھ جاتی ہیں جو پھر کبھی پٹنے کا نام نہیں لیتیں، یہ وہ سچ ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں، کیا بائیبل والے، کیا تورات و انجیل والے، کیا ویدوں و پرانوں والے آج اپنی مقدس کتابوں کی اصلیت پر عدل و انصاف پر مبنی کوئی ایک دلیل بھی پیش کر سکتے ہیں؟ یقیناً نہیں! مگر یاد رکھئے! یہ کوئی عیب نہیں العیاذ باللہ یہ کوئی عار والی بات نہیں اسلئے کہ یہ تمام ہستیاں اپنے اپنے زمانہ ہی کیلئے آئی تھیں، مخصوص علاقہ اُن کے دعوتی مشن کا میدان اور جولان گاہ تھا، وہ ہمیشہ رہنے کیلئے آئے ہی نہیں تھے، قسم بہ **خدا**! اُنہوں نے ایک بار بھی یہ دعویٰ کیا ہی نہیں کہ ہم ہمیشہ کیلئے آئے ہیں، پھر اُن کے چلے جانے پر

اُن کی کتابوں کے محرف ہو جانے پر، اُن کی تعلیمات کے دھندلا ہو جانے پر تعجب کیوں!

ہاں! جو سب کیلئے آئے دُنیا کے کونے کونے میں بسنے والے ہر انسان کیلئے آئے جو قیامت تک زندہ جاوید آئے، جن کا لقب سارے ہی جگ کیلئے رحمت ہے، اُن کیلئے یہ اعلان ہے، کہ اُن پر نازل ہونے والی کتاب اُن کی روشن و نورانی تعلیمات کا ہر جز زمانہ کے تمام تر نشیب و فراز زیر و بم اور حوادث و گردش کے باوجود من و عن محفوظ رہے گا، جی ہاں!

یہ وعدہ اِسی کیلئے ہے، بے شک ہم نے ہی اس نصیحت نامہ کو نازل کیا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے، (سورہ حجر ۹) وقت کے فرعونوں کیلئے جو نورِ توحید کو پھونکوں سے بجھانے کے خواب دیکھ رہے تھے، یہ کتنا بڑا چیلنج اور کتنی بڑی للکار تھی، اور آج بھی ہے، کہ تمہاری سازشیں اور مکروفریب اگر چہ یقیناً ایسے ہیں کہ اُن سے پہاڑ بھی ہل جائیں، (سورۃ ابراھیم ۴۶) مگر یہ وہ گراں بار ہے کہ ہلائے نہ ہلے، ٹلائے نہ ٹلے اسکی ہر پہلو سے حفاظت کی جائے گی، صاحبِ کتاب ﷺ کی ہر ایک ادا محفوظ و ماصون ہو کر چمکتی و دمکتی گمراہانِ منزل کو تاریکیوں کے بھنور میں راہ دکھلاتی رہے گی اور خود کتاب کی بھی اِس طرح حفاظت کی جائے گی۔ کہ صبحِ قیامت تک اُس کے معانی کیا اُسکی عبارات، اُسکا تلفظ، اُسکا اندازِ قرأت یہاں تک کہ اُس کے تلفظ کا آہنگ بھی محفوظ رہے گا۔

لوگ کلام کی بلندی اِسے سمجھتے ہیں کہ وہ افہام و تفہیم اور انداز بیان کے اعتبار سے مشکل ہو جائے، مگر یہ نرالا کلام ہے، بلند اتنا کہ اس جیسی ایک آیت بنانے کے چیلنج کو کوئی چودہ سو سال سے قبول کرنے کی ہمت نہیں کر رہا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ آسان اتنا کہ دنیا کے ہر خطے میں ہر فردِ بشر کیلئے پڑھنا، سمجھنا، عمل کرنا سب سہل بلکہ سہل ترین ہے، ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے سمجھنے کیلئے حفظ کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے، تو کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا، سمجھنے والا، حفظ کرنے والا (سورۃ قمر ۴ بار)۔

اللہ اکبر! کس شان کا کلام ہے، سمجھنا عمل کرنا تو ہے ہی آسان محض تلاوت کو ہی لے لیجئے، دنیا میں مختلف بولیاں بولی جاتیں ہیں، جن کے اپنے اپنے انداز ہیں، یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک زبان والی کتاب کو

دنیا کی ہر زبان میں اسی لب ولہجہ، اسی انداز واہنگ کے ساتھ پڑھا جا سکے، جسمیں زبان والے پڑھتے ہیں، مگر ہاں!

قربان جایئے! اللہ کے آخری پیام قرآنِ قریم پر اُسکی حفاظت کا اس حد تک وعدہ ہے کہ نازل تو یہ عربی میں ہوا ہے، عربی ہی نہیں ٹھیٹھ ٹکسالی عربی میں (فِیْ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ) لیکن اعلان یہ ہے کہ دُنیا کے کسی بھی کونے میں رہنے والا انسان جب بھی اسکی تلاوات کرنا چاہے گا وہ زرا سی محنت کر کے اُسی چودہ سو سال پرانے لہجہ انداز، تلفظ، لے اور آہنگ کے ساتھ پڑھ ہی نہیں سکے گا، بلکہ بسا اوقات وہ اسکے اہلِ زبان عربوں کو بھی مات دے دیگا، کیا اس پائے کی کسی کتاب کا انسان تصور بھی کر سکتا ہے!

دور کیوں جاتے ہیں، اپنے کشمیر ہی کو لیجئے! کچھ سال پہلے تک جب یہاں اس موضوع پر محنت نہیں ہوری تھی، تو یہاں کے باشندوں کیلئے صحتِ ادا کے ساتھ تلاوت کرنے کو ناممکن سا سمجھا جانے لگا تھا، عام لوگ نہیں مساجد کے آئمہ کرام میں بھی صحیح تلفظ کے ساتھ خالص عربی لہجہ میں تلاوت کرنے والوں کو تلاش کرنا ریت کے ڈھیر میں سونے کے ذروں کو تلاش کرنے سے کم نہیں تھا، کتنے ہی دانشورانِ قوم تو اپنی کم مائیگی کی وجہ سے یہ بگل بجا رہے تھے، کہ کشمیری زبان کا چونکہ ایک نرالہ ہی انداز ہے، لہذا ان سے صحیح تجوید کے مطابق تلاوت کا مطالبہ طاقت سے زیادہ بوجھ یا تکلیف مالا یطاق کے مترادف ہے۔

مگر اس صورت حال سے مایوس نہ ہوتے ہوئے قرآن کے سچے عاشقوں درویشانِ خدا مست اُس کے خدمت گاروں کی ایک جماعت اُٹھ کھڑی ہوئی، مدارس ومکاتبِ کا جھال بچھ گیا، علمِ تجوید قرأت کا دور واپس لوٹا پھر کیا تھا، چند سال کی محنت نے تصور کی موجوں کا رخ موڑ دیا، بلکہ اُس بے بنیاد سوچ کو چکنا چور ہی کر دیا، آج وہی کشمیری بولنے والے لوگ ہے اپنی زبان کا وہی لہجہ ہے، مگر گاؤں گاؤں قریہ قریہ بستی بستی، محلّہ محلّہ ہزاروں فرزندانِ توحید صحیح تلفظ وصحت ادا کے ساتھ ایسے ٹھیٹھ عربی لہجہ میں تلاوت کر کے قرآن کی حقانیت اور اُسکے منزل من اللہ ہونے کا اعلان کر رہے ہیں، سبحان اللہ!

میں اندر ہی اندر خوش ہوتا رہتا ہوں، جب اپنی ہی وادی میں ایسے لوگوں سے قرآن سنتا ہوں جن پر خالص عربی ہونے کا شبہ ہونے لگتا ہے، بلکہ اگر کوئی عربی النسل سُن لے تو یقیناً عش عش کرتا رہ جائے،

اور سَر دھننے لگ جائے، کیوں یہ قرآن کا معجزہ نہیں تو اور کیا ہے، یہ قرآن کی حقانیت کی جیتی جاگتی زندہ دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟

اب کسی کے پاس کوئی عذر و بہانہ نہیں رہا، اب کوئی پست حوصلہ اپنی زبان کے لہجہ کی شکایت نہیں کرسکتا، اور یہ اس بات کی علامت ہے، کہ قرآنِ کریم کو دنیا کا ہر شخص صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھ سکتا ہے، بس شرط یہ کہ وہ کم ہمت نہ ہو، جذبہ وشوق سے محروم نہ ہو، اور ۲۴ گھنٹوں میں سے ۱۵/۲۰ منٹ اللہ کی کتاب کی صحت کیلئے دے سکتا ہو اور سب سے بڑی بات یہ کہ اُس کو درد دِل رکھنے والا رہبرِ کامل اُستاذ مِل جائے ،تو اے اپنے رب سے محبت کرنے والے قرآن کے عاشقو! خواہ آپ دنیا میں کسی بھی شعبہ سے وابستہ ہیں، کاروبار کرتے ہیں یا ملازمت، مزدور ہیں یا کاشتکار، پڑھاتے ہیں یا پڑھتے ہیں، کالج میں ہیں یا یونیورسٹی میں، اسکول میں ہیں یا دوسرے کسی تعلیمی ادارہ میں، اُٹھو! اور اپنے عمل سے ثابت کر دکھاؤ کہ اللہ کی سچی کتاب دنیا کے ہر خطہ میں صبحِ قیامت تک صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھی جاسکتی ہے اور پڑھی جارہی ہے، اور پڑھی جاتی رہے گی۔

زیرِ نظر کتاب: کتاب کے مؤلف حضرت مولانا قاری عبدالولی صاحب زیدہ مجدہٗ میرے دیرینہ شناساؤں میں سے ہیں، ان کو اُس قافلہ جانباز کی سرخیلی کا شرف حاصل ہے، جنہوں نے تجوید و قرأت کو رواج دیا ہے، عشقِ قرآن کا اللہ نے اُن کو وافر حصہ عطا فرمایا ہے، قرآن کریم کی صحت سے اُنکو مثالی شغف ہے، اور ہو بھی کیوں نہ، آخر وہ قرآن کے سچے عاشق، سچے خادم، علامہ محمد چراغ نصیر القاسمیؒ بانی اُم المدارس کشمیر جامع انوارُالعلوم دندی پورہ، کوکرناگ اسلام آباد کے علم کے وارث ہیں۔ پچھلے ۲۰/۲۵ سال کی رات دن کی محنت سے یہی حقیقت جامع انوارالعلوم دندی پورہ کے ذریعہ واشگاف فرمارہے ہیں، کہ قرآنِ کریم کو بالکل ٹھیٹھ عربی انداز میں جیسا کہ وہ ۱۴ سو سال پہلے نازل ہوا تھا، ہر جگہ، ہر کوئی پڑھ سکتا ہے، بلکہ عربوں کو بھی پیچھے چھوڑ سکتا ہے، اور ماشائاللہ وہ خود بھی اسکی عملی مثال ہیں۔

یہ کتاب موصوف کی اسی دیرینہ تڑپ و کڑہن اور محنت و تجربات کا عرق اور مظہر ہے، افسوس میری مصروفیات نے مجھے بالاستعاب مطالعہ کا موقعہ تو نہیں دیا، اگر چہ اسکی تڑپ بہت تھی، تاہم سرسری

مطالعہ سے میں اس حقیقت تک پہنچا ہوں کہ اس موضوع پر یہ بہت محنت و تجربہ کے بعد لکھی جانے والی بہترین تحقیقی کتاب ہوگی۔ جو عاشقانِ قرآن کیلئے یقیناً ایک بیش بہا تحفہ ہے۔

اے کاش اس محنت سے کوئی فائدہ اُٹھانے والا ہو، کہ مئولف بھی اپنی محنت کو کنارہ لگتے دیکھ کر زندگی میں آنکھیں ٹھنڈی کرسکیں۔ باقی آخرت کیلئے تو وہ انشاءاللہ ذخیرۂ آخرت بناہی گئے ہیں۔

ایں دُعا از من و جملہ جہاں آباد باد

اپنے رب کا محتاج وفقیر بندہ

فیض الوحید غفرلہ' الوحید

اُستاذ مرکز المعارف بٹھنڈی جموں

بِسۡمِ اللہ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حرف اولین

تجوید کی فضیلت و اہمیت

قابل احترام بزرگو! قرآن کلام ربی ہے، اسکی حفاظت کیلئے خُدا نے آج تک قرن بقرن افراد پیدا فرمائے اور ہر قرن میں ہر نوع کی حفاظت ہوتی رہی، ایک جماعت کو الفاظ کی حفاظت پر مقرر فرمایا اور ایک جماعت معانی اور تفاسیر کی حفاظت پر متعین، الفاظ وحی منزل من اللہ اور معانی اور تفسیر بھی وہی جو نبی اکرم ﷺ نے صحابہؓ کو سیکھائی، دریں اثناء اگر کسی زمانے میں کہیں کسی آیت کے معنیٰ اور تفسیر میں رائے زنی سے کام لیا گیا تو علمائے حق نے اپنے علم و عمل اور خداداد صلاحیت سے امت کو راست معنیٰ اور تفسیر کیطرف رہبری فرمائی یہی وجہ ہیکہ اللہ نے آج تک اور تا قیام قیامت علمائے امت کو اس ذمہ داری سے سبکدوش نہیں فرمایا ہے، اور ہر کہ و ماہ کی طاقت اور بس کی بات نہیں ہے کہ اس کے معنیٰ اور تفسیر پر نظر رکھ سکے بلکہ متبحر عالم دین کی ذمہ داری ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ محمد زکریاؒ نے لکھا ہے کہ قرآن کا فہم پیدا ہونے کیلئے چھتیس (۳۶) علوم کی ضرورت ہے۔ اور ابوبکر محمد بن عبداللہ جو ھجری ۴۰۰ کے مقبول عالم ہیں لکھتے ہیں کہ قرآن میں ۷۰ ہزار علوم ہیں۔ اور ایک جماعت کو اسکے قرأت، رسم الخط اور حُسن ادا پر مقرر فرمایا، تا کہ اس نوع سے بھی قرآن کی حفاظت رہے۔ آجکل عام طور پر خصوصاً ہماری اس حسین وادی میں اس علم، یعنی علم تجوید و قرأت سے عوامُ الناس لا بلد ہیں اور اپنے ہی طرز ادا کو اپنا رکھا ہے۔ جس کا تعلق صرف کشمیری لہجے اور زبان تک ہے۔ کچھ عرصہ قبل تو اسکی طرف کوئی خیال ہی نہ تھا، کہ تجوید قرآن بھی کوئی علم ہے، جبکہ دوسرے علوم کی طرح قرآن فہمی میں اسکا بڑا دخل ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آیت '' وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلاً '' کی تفسیر منقول ہے کہ اس سے تجوید الحروف اور معرفۃ الوقوف مراد ہے۔ یعنے حروف کو مع صفات اپنے مخارج سے ادا کرنا، اور وقف کی پہچان حاصل کرنا، کہ کہاں وقف کرنا جائز ہے اور کہاں نہیں۔ یہ علم منزل من اللہ ہے، اسکی عظمت کیلئے

اتنا ہی کافی ہے،خود نبی اکرم ﷺ نے امت کوسکھانے کیلئے اس علم کی ترغیب دی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔ ''وَعَنْ زِيد ابْنِ ثابِتؓ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّقرَءَ القُراٰنَ كَمَا اُنْزِلَ'' (ابن خزیمہ) کہ بے شک اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ قرآن کواس انداز اوراس طریق پر پڑھا جائے جس طرح وہ نازل ہوا ہے۔قرآن عربی زبان میں ہے اور زبانِ عرب جس قدر فصیح و بلیغ ہے،اُسی قدر قواعداور ضوابط ہیں۔ چنانچہ علم تجوید میں مہارت تامّہ پیدا کرنے کیلئے علم نحواور صرف کا جاننا بھی جزو لا ینفک ہے اگر علم صرف کوعلم تجوید کا خادم کہا جائے تو بخیال من بجا ہوگا قرون اُولیٰ کے علماء کرام کوخدا بہتر بدلہ عطاء فرمائے کہ انہوں نے ہرعلم کی کتابیں لکھ کر ہمارے لئے حصول علم کوآسان بنادیا ہے اور علمی میدان میں حضرت لا امام نعمان بن ثابت المعروف ابوحنیفہؒ نے سب سے پہلے علم صرف اور پھر معاً بعد علم تجوید میں کتاب مرتب فرما کر یہ ظاہر فرمادیا کہ علم تجوید کی معرفت فہم قرآن کیلئے زینہ ءاول ہے اور پھراُن کے بعد کے علماء میں اس علم کی دھوم مچی رہی۔ (حضرت الامام کی نسبت ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ امام صاحب کا ایک معتزلی سے مناظرہ ہوا معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خالق خود ہے امام صاحب نے فرمایا ''باء'' ادا کرواس نے باءادا کردی فرمایا ''حاء'' ادا کرواس نے ''حاء'' ادا کردی۔فرمایا ان کا مخرج بیان کرواس نے مخرج بھی بیان کردیا، دونوں ہونٹوں کی تری سے باءاور وسط حلق سے حاءامام صاحب نے فرمایا کہ اچھا اب اگر تو اپنے افعال کا خالق خود ہے تو باءکوحاء کی جگہ سے ادا کرو معتزلی مبہوت ہوکر واپس چلا گیا۔اللہ عزوجل نے اپنی بھیجی ہوئی پاک شریعت کا دفاع مخارج اور صفات حروف کو دلیل بنا کر کروالیا۔تمام علوم قرآن منزل من اللہ ہیں جنمیں علم تجوید بھی ہے جسطرح دوسرے علوم سے فرق ضالہ کا دفاع کیا جاتا ہے اسی طرح علم تجوید سے بھی اہل علم و بصیرت نے ایسے مسکت جوابات دیئے ہیں کہ فرقِ مخالف کے دانت کھٹے کردیئے۔حضرت الامامؒ کی فقہی بصیرت کا عجیب ہی حال تھا کہ باریک تر سے باریک مسلہ کو چٹکیوں میں سمجھاتے اور مدلل کردیتے۔لیکن آج سوائے چند کے امت نے اس علم سے روگردانی کرلی ہے جبکہ قرآن کریم پارہ الٓمّٓ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰا هُمُ الْكِتَابَ

يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلاوَتِه'' کہ وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسکی تلاوت کرتے ہیں، جسطرح تلاوت کا حق ہے، اور تلاوت کا حق یہی ترتیل ہے کہ قرآن کریم کو ٹھہر ٹھہر کر قواعد، تجوید کے ساتھ سنوار سنوار کر پڑھا جائے۔ جسکی طرف خود حق جل مجدہٗ مُشیر ہیں۔ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيلًا۔ کہ ہم نے قرآن کو صاف صاف پڑھکر سنایا اور '' وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا '' اور پڑھنے کا وظیفہ کیا ہم نے قرآن کو جُدا جُدا کر کے کہ پڑھے تو اسکو لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر اور اسکو ہم نے اُتارتے اُتارتے اُتارا۔ حوالہ۔ (تفسیر عثمانی پ۱۵)

میرے ہم وطن بھائیو! قرآن کریم کو علم تجوید اور قرأتِ متواترہ کے ساتھ پڑھنا قرآن وحدیث تعامُل صحابہ اور طریق فقہاء وائمہ دین سے ثابت ہوا تو معلوم ہوا کہ اس علم کا حاصل کرنا ہر آدمی پر فرض بن جاتا ہے اور اسکے ترک کرنے پر گناہ لازم آئیگا خصوصاً اس آدمی پر جو اس علم کو بے کار اور لغو سمجھ کر اپنی زندگی اسے دور رکھتا ہو۔ جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ ''رُبَّ قَارِئٍ لِلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ يَلْعَنُه'' کہ بہت سے قرآن کے پڑھنے والے اور تلاوت کرنے والے ہیں لیکن قرآن اُن پر لعنت کرتا ہے، ایک دوسری حدیث میں جناب نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ''اَلْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَّكَ اَوْ حُجَّةٌ عَلَيْكَ جب قرآن کریم کے الفاظ کو بگاڑ کر پڑھا گیا ہو یا احکام قرآن پر عمل نہ کیا گیا ہو تو پھر یقیناً قرآن قاری پر لعنت کر رہا ہے۔ اسلئے جہاں قرآن پر عمل کرنا ضروری ہے وہیں تجوید سے پڑھنا بھی فرض ہے عبادات میں سب سے اہم عبادت نماز ہے اور نماز میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔ جتنا قرآن درست ہوگا اتنی ہی نماز بھی کامل ہوگی اور جتنا قرآن نادرست ہوگا اتنی ہی نماز بھی ناقص ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے لکھا کہ امامت کیلئے سب سے زیادہ صحیح قرآن پڑھنے والا موزون و مناسب ہے۔ چنانچہ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں '' وَاَوْلَى النَّاسِ بِالْاِمَامَةِ اَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ وَعَنْ اَبِىْ يُوْسُفَ اَقْرَئُوْهُمْ لِاَنَّ الْقِرَاَتَ لَابُدَّ مِنْهَا اور حضرت مولانا قاری ضیاء الدین احمد الہ آبادیؒ اس مسئلے میں اپنی

کتاب خلاصۃ البیان میں یوں رقمطراز ہیں۔ وَقَدْ نَقَصَتْ صَلَاتُہٗ مَنْ لَّم یُجَوِّدْ مِقْدَارُ النُّقصَانِ فِیہِ بَلْ یُفْسِدُھَا بَعْضُ صُوَرِ اللّحنِ الْجَلّی یعنی جسقدر قرآن میں قواعد تجوید کے خلاف پڑھا گیا ہو اسی قدر نماز ناقص رہے گی بلکہ بعض لحن جلی کی صورتوں میں تو نماز فاسد ہو جائیگی، حضرت ملا علی قاریؒ اور ان کے بعد کے بڑے بڑے جبال العلم اشخاص نے لکھا ہے کہ لحن کی دو قسمیں ہیں۔ ۱) لحن جلی (۲) لحن خفی۔ لحن جلی وہ غلطی ہے کہ جس میں حروف ہی ختم ہو جائیں جیسے حطَب کی جگہ حَتَب تا کے ساتھ، اور اعراب کی غلطی بھی لحن جلی ہے کہ زبر کی جگہ زیر اور پیش کی جگہ زبر یا زیر پڑھ دی ہو۔ مثلاً اَنْعَمْتَ کو اَنْعَمْتُ ۔ مُنذَرِیْنَ کو مُنْذِرِینَ اور خَاطِئُونَ کو خاطَئُونَ وغیرہ پڑھنا ایسی غلطی کو خطائے فاحش کہا جاتا ہے اور خطائے فاحش مفسد صلوٰۃ ہے، اور لحن خفی وہ غلطی ہے جو صفات عارضہ میں کی جاتی ہے یعنے اخفاء کی جگہ اظہار غنہ کی جگہ بے غنہ ادغام کی جگہ اظہار کیا جاتا ہو۔ ایسی غلطی سے گو نماز تو فاسد نہیں ہوتی پر سنتِ رسول ﷺ کی مخالفت لازم آئیگی، جو نماز میں ضعف کا سبب بنے گی، لحن جلی ہو یا خفی ہر دو اغلاط سے نماز اور غیر نماز کی تلاوت میں اجتناب کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے۔ حَمَّا لَۃَ الْحَطَبِ قَرَأَ حَمَّالَۃَ الْحَتَبِ بِالتَّاءِ تُفْسِدُ صَلٰوتُہٗ ج ۱ صہ ۱۴۷ برحاشیہ عالمگیری جب قرآن کو بالتجوید پڑھنا فرض ثابت ہو گیا تو اب اسکے حُسن ادا پر چند باتیں عرض کئے دیتا ہوں۔

تجوید کی ضرورت

قارئین کرام ! علم تجوید کو علم حالی اور کیفی کہا جاتا ہے یعنے استاد کی حالتِ ادا کو دیکھ کر ہی صحیح معرفت ہو گی جتنا اہم ہے اتنا ہی نازک بھی یہ علم زیادہ تر مشق سے حاصل ہوتا ہے، اور مشق کیلئے نہایت ماہر مشاق قاری کی تلاش لابدی ہے، ایک ایک حرف کی صحیح ادائیگی کیلئے کئی کئی ماہ کی مشق کی ضرورت ہے، خصوصاً حرف، ضاد، ظاء، ذال، زاء، ہمزہ اور عین میں، حاء اور ھاء میں فرق ادا کو برقرار

رکھنے کیلئے استاد کی ادا کا خیال رکھنا ضروری ہے یہ علم آپکو، ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹیپ رکارڈ اور کمپیوٹر وغیرہ آلات کے ذریعے حاصل نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس کے حصول میں کمال حاصل کرنے کیلئے آپکو کسی مدرسہ اسلامیہ کے دروازے پر جا کر دستک دینی پڑے گی اور وہاں کے ماہر قارئی قرآن کی صحبت سے فیض یاب ہونا ضروری ہے، ہماری وادی کشمیر میں کشمیری زبان سے متاثر ہوکر مقدم الذکر حروف کے علاوہ فاء ، غین اور خاء میں محنت کی اشد ضرورت ہے ان ہرسہ حروف کو کشمیری بچے اس طرح پڑھتے ہیں کہ وہ عربی حرف ہی نہیں بن سکتا بلکہ اردو زبان کے حروف میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔ مثلاً فاء نچلے ہونٹ کا پیٹ سامنے والے دو دانتوں سے مل کر ادا ہوتا ہے (فاء) لیکن کشمیر میں اسکو دونوں ہونٹ ملا کر پڑھا جاتا ہے اور وہ فاء کے بجائے ، پھا، بن جاتا ہے جو اردو میں حرف پ کے ساتھ ھا لگا کر بنتا ہے، اسی طرح غین کا مخرج ادنائے حلق ہے، یعنی حلق کا منہ کی طرف والا حصّہ اسکو گاف سے بدل کر گین یا گون، پڑھا جاتا ہے۔ جو عربی حرف ہی نہیں اور یہی حال حرف خاء کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اسکا مخرج بھی ادنائے حلق ہے، ادائیگی عربی مذاق کے مطابق نہیں ہوگی تو نماز کیسے درست ہوسکتی ہے ،قرآن کی حفاظت الفاظ کے آئینہ میں اگر کرنی مطلوب ہے تو پھر تجوید سیکھے اور سکھائے بغیر نہیں ہوسکتی ہے، بلکہ ترجمہ اور تفسیر بھی تجوید کے بغیر صحیح نہیں ہوگا۔ كَمَا ظَهَرَ فِي الْاَمْثَالِ الْاٰتِيَه۔ عَلِيْمٌ‘ بہت جاننے والا اَلِيْمٌ‘ (بالالف) دردناک، عَظِيْمٌ‘، بہت بڑا ، عَزِيْمٌ‘ ارادہ کرنے والا ،صائِمٌ‘ روزہ دار، سَائِمٌ‘ گھاس چرنے والا، صَفِيٌّ‘ پاک منزہ ، سَفِيْهٌ‘ بیوقوف احمق ، ثَوَابٌ‘ بدلہ ,مزدوری، صَوَابٌ‘ درست ، سَمِيْنٌ‘ موٹا، ثَمِيْنٌ‘ قیمتی ، قُلْ کہہ دے بول ، كُلْ کھا ، صَعِيْدٌ‘ مٹی ، سَعِيْدٌ‘ مبارک نیک بخت، جَمِيْلٌ‘ خوبصورت ، زَمِيْلٌ‘ بدصورت ، رَاعٍ چرواہا ، رَاءٍ دیکھنے والا ، قَلْبٌ‘ دل ، كَلْبٌ‘ کُتا ، حَاجِیٌ زیارت بیت اللہ کرنے والا ، هَاجِیٌ ھجو یعنی بُرائی بیان کرنے والا ، قُرانٌ‘ وہ کتاب جو سب سے زیادہ پڑھی جانے والی ہو ، كُرَانٌ دو بورے جو آسمان سے اُترے ہوں۔ کشمیری زبان میں تو اس لفظ کو قوران بول دیا جاتا ہے۔ آپ سمجھ

رہے ہیں کہ حروف کی تبدیلی سے معنی کی تبدیلی ہورہی ہے امثلہٗ مذکورہ کے علاوہ کروڑھا الفاظ ہیں جن میں تبدیلی حرف تبدیلی معنی کو مُستلزم ہے، تو ثابت ہوا کہ معرفت تجوید کے بغیر تفسیر کا حق بھی ادا ہونا امر محال ہے، مشتے نمونہ از خروارے۔ کے طور چند امثلہ معرض تحریر میں لائی گئی ہیں، آپ خود ہی سمجھئے گا کہ علم تجوید پر محنت کتنی ضروری ہے؟ اور یہ علم قرآن کی صحت کیلئے خشت اول کی حیثیت رکھتا ہے، قاری قرآن کیلئے جہاں جملہ قواعد کا علم ضروری ہے وہیں حُسن ادا حُسن قرات اور حُسن صَوت کا بھی اپنا اپنا مقام ہے۔ حُسن ادا اور حُسن قرات قاری کیلئے فرض کا درجہ رکھتا ہے، اور حُسن صوت کے زیور سے جسکو خدا نے نوازا ہو تو وہ اپنی رس بھری سرُیلی آواز سے تلاوت قرآن کر کے اپنے دہن و کام کو اور آس پاس کے ماحول کو معطر کرتا ہے، آواز کے حُسن اور قبح میں انسان کا ذاتی دخل نہیں ہے، قرآن کو اپنی ہی خدا داد آواز میں صحت مخارج وصفات کا لحاظ رکھ کر پڑھا جائے، تو عنداللہ یہی سادہ تلاوت مقبول و مُستحسن ہے، گانے کی آواز سے قرآن کو پڑھنا اور گانے والے کی طرح ہی اُتار چڑھاؤ کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ طبعی آواز میں تلاوت کی جائے، چونکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، اِقْـرَءُو الْـقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ (نسائی) کہ قران کو عربی لہجے میں پڑھا کرو، یعنی جس طرح اہل عرب قواعد کی رعایت رکھ کر سادہ انداز میں پڑھتے ہیں اسی طرح اہل عجم کو بھی پڑھنے کا حکم فرمایا، اور جسکو خدا نے حُسن صوت کی نعمت سے نوازا ہو، صاف سُتھری آواز بخشی ہو، تو اسکے لئے چونکہ وہی طبعی آواز ہے وہ اسی اچھی آواز میں تلاوت کرے کہ اس سے دلوں پر اثر پڑھتا ہے، اور ایسے ہی صاف گلے اور آواز والے کیلئے جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے، زَيِّـنُـو اَلْـقُـرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ (نسائی) کہ قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو، الفاظ کی چاشنی اور پھر حُسن صوت کی جادوئی سے کلام کا حُسن دو بالا ہو جاتا ہے، تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جو تلاوت خوش آوازی کے ساتھ قواعد کی رعایت رکھ کر کی جاتی ہے، اس سے انسان کی طبعیتِ کھل جاتی ہے، اور درون دل نورانی کیفیات کا ورود ہوتا ہے، اور جو تلاوت قواعد کی رعایت کے بغیر ہی کی جاتی ہے، مدات، اوقاف، مخارج، صفات، وصل و فصل کے قواعد، سے عاری ہوتی ہے، قواعد کی معرفت رکھنے والے آدمی پر وہ تلاوت نہایت ہی شاق

گزرتی ہے، ہماری گلپوش وادی کے لوگوں کو خدائے ذوالمنن نے صاف گلہ، اور ستھری آواز عطاء کی ہے، اگر تجوید کے قواعد پر مدارس اور مکاتب میں داخلہ لے کر محنت کی جائے، تو عالم کے دوسرے خطوں کی بنسبت یہاں کے لوگوں کی تلاوت عنداللہ وعندالناس مقبول و مستحن گردانی جائیگی، لیکن ہائے رے حرمان نصیبی، کیا کرے! مسلمان کو عربی زبان سے محبت رکھنے کے بجائے غیر عربی (انگریزی) زبان سے محبت ہے، بلکہ انگریزی زبان کی محبت میں دور حاضر کا مسلمان غرق ہے، بچے کو زبان آتے ہی توتلی بولی میں ہی انگریزی زبان کے الفابٹس (Alphabets) اور پارٹس اف دا باڈی (Parts of the Body) سکھائے اور سمجھائے جاتے ہیں، لیکن مذہبی، قرآنی زبان، اور پیغمبر اعظم خاتم الانبیاء ﷺ کی زبان سے اسقدر ناانصافی بے اعتنائی برتی جاتی ہے، کہ الامان، الحفیظ، اپنوں کا قرآن کے ساتھ یہ حال ہے، بھلا پرائیوں سے کیا گلا؟ حضرت علامہ اقبالؒ دور حاضر کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

من از بیگان گاں ہرگز نہ نالم
کہ با من آنچہ کرد آن آشنا کرد

میرے دوستو! بتایئے خدا کے ہاں ہمارا کیا جواب ہوگا؟ جب شاکی قرآن ہوگا، اور عدالت کی کرسی پر رب ذُوالجلال ہوگا، تلاش معاش کا عذر بھی بجا ہے، لیکن ذرا یہ تو بتایئے؟ کہ آج تک دنیا کے کس شہر اور خطے میں مولویانِ کرام اور قراءِ عظام، بھوک ہڑتال کا پرچم لیکر سڑک پر نکلے ہیں؟ (جواب نفی میں ہے) اور علوم عصریہ کی ڈگری کے حاملین ہر آئے دن سرکار سے تلاش معاش کا عذر لیکر بھوک ہڑتال پر رہتے ہیں، حالانکہ رزق کی ذمہ داری رب ذوالمنن نے خود لے رکھی ہے، کتوں، خنزیروں، چرندوں، پرندوں اور درندوں کو بھی خاطر خواہ رزق پہنچاتا ہے، تو کیا اشرف المخلوقات کو رزق نہیں دے گا؟ خزانے بھرے پڑے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا، اور نہیں ہے زمین پر چلنے والا کوئی جانور مگر اس کے رزق کی

ذ مہ دادی صرف اللہ پر ہے، قرآن کتاب عظیم ہے، اسکے ساتھ جسکو مس ہو جائے وہ بھی عظیم بن جا تا ہے، بنی نوع انسان کی قدر و منزلت علم قران اور عمل باالقران میں مضمر ہے، آج قرآن اور علوم قرآن کو چھوڑ دیا، جسکی وجہ سے ذلت اور رسوائی مسلمان ہی کا حصہ بن کر رہ گئی ہے، اگر دوبارہ عمل باالقرآن اور تلاوت قرآن گھروں، بازاروں، گلی کوچوں، مسجدوں اور میناروں سے سنائی دی جانے لگے تو پھر وہی قرونِ اولٰی کی فضاء قائم ہوسکتی ہے، قرون اولٰی کے لوگوں کا اوڑھنا، بچھونا ہی تعلیمات قرآنیہ تھا، انھون نے ایسی خدمات انجام دی ہیں، جو رہتی دنیا تک اثر انداز رہیں گی، فن تجوید وقرات ہی کو لے لیجئے، تحقیات، تصنیفات وتالیفات، کا ایک انبار کُتب خانوں کی زینت بنا ہوا ہے۔

ذرا قرن اول کو آواز دینا

قرن اول میں علم تجوید وقرأت کی خدمت کرنے والے اصحاب کون کون ہیں، ان میں سے چند ایک کا تعارف پڑھتے چلئے۔ قرن اول کے مشہور محدث حضرت عبداللہ ابن مبارک کا مقولہ ہے، جو مقدمہ صحیح مسلم میں موجود ہے، وَلَوْلا اَلاَ سْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَآءَ مَا شَآءَ وَ اِذا لَزِمَ الْاَسْنَا دُ فَنَظَرَ عَمَّنْ تَأخُذُ ۔ اگر سند نہ ہوتو ہر آدمی جو چاہے کہہ دیتا، اور جب سند کا حاصل ہونا ضروری ہوگیا، تو دیکھ لو کہ تم کس سے یہ علم حاصل کر رہے ہو، الغرض سند کا ہونا بھی دین میں داخلی اَمر ہے، **معزز قارئین!** مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عنوان کی مناسبت سے ان قراءسبعہ کا تعارف پیش کیا جائے، جنہوں نے اس علم میں محنت شاَ قہ اور سعٔیِ تاَمہٌ کر کے نشیب وفراز کو نکھارا، اور امت کو اپنی ایسی تحقیقات سے نوازا جو طالبان ہدایت کے لئے مشعل راہ ثابت ہورہی ہیں، ان پا کباز افراد میں سے پہلا فرد حضرت امام نافع مدنیؒ ہیں، سن ہجری ستر (۷۰) کے قریب قریب ولادت ہے، اکاون سال زندہ رہے، یزید بن قعقاع اور عبدالرحمٰن بن ہرمزا کا بر تابعین سے علم حاصل کیا، آپ جب کلام فرماتے تو منہ سے مشک کی خوشبو آیا کرتی، متوصلین میں سے کسی نے پوچھا، کہ آپ خوشبو لگاتے ہیں؟ فرمایا نہیں، خواب میں رسولُ اللہ ﷺ کو دیکھا کہ منہ میں پڑھ رہے ہیں، اسی وقت

سے یہ خوشبو آرہی ہے، حضرت الامام کے دوشاگرد مشہور ترین ہیں، ۱؎ ابوموسیٰ مدنیؒ جن کا لقب قالون ہے، ۲؎ ابوسعید عثمان جن کا لقب ورش ہے، دوسرے امام قرأت ابن کثیر مکی ہیں، آپ کی ولادت ۴۵ھ اور وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی ہے، مشہور ذی علم وعمل تابعین عبداللہ بن سائب مخزومی اور مجاہد وغیرہ حضرات سے علم حاصل کیا، آپ علم قرأت میں ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے زمانے کے بڑے محدث بھی سمجھے جاتے تھے، آپ کے مشہور تلامذہ میں دو تلمذین رشیدین ہیں، جو بالواسطہ آپ کی روایات کو نقل کرتے ہیں، ۱) احمد بنزیؒ (۲) محمد جن کا لقب قنبل ہے، (۳) اساطین علم قرأت میں تیسرے ستون کی حیثیت سے حضرت امام ابوعمر والبصری المازنی ہیں، آپ کی ولادت ۶۸ھ اور وفات ۱۵۴ھ میں ہوئی، ابن کثیر، مجاہد وحضرت سعید ابن جبیر وغیرہ جیسے اولوالعلم اشخاص سے علم حاصل کیا، اور آپ جب مدینۃ المنورہ تشریف لائے تو آپ ہی سے لوگ علم قرأت حاصل کرنے لگے، اپنے وقت کے علماء میں آپ علمی اعتبار سے فائق تسلیم کئے جاتے، اور علم کا شہرہ اتنا تھا کہ جب تک آپ کے ہاں سے کوئی سند حاصل نہ کرتا لوگ اسے قاری نہیں سمجھتے تھے، دوشاگرد بالواسطہ مشہور ہیں، ۱) ابوالعمر دوریؒ (۲) ابوشعیب سوسیؒ (۴) امام القرأت حضرت عبداللہ ابن عامر یحصبی قاضئ دمشق ہیں، ۲۱ھ میں ولادت ہے اور ۱۱۸ھ میں وفات۔ حضرت سیدنا ابودرداءؓ، واثلہ بن اثقع وغیرہ صحابہ جیسے جبال العلم حضرات سے علم حاصل کیا، آپ کے دوراوی مشہور ہیں، ۱) ابوالولید ہشام بن عمار سلمی (۲) ابوعمر عبداللہ ابن احمد بن بشیر بن زکوان، ۵؎ پانچویں امام فن، حضرت امام ابوبکر عاصم بن ابی النجو دکوفی ہیں، ان کی قرات پورے عالم اسلام عرب وعجم میں پھیل چکی ہے، ولادت کا علم نہیں ہے، وفات ۱۲۷ھ میں ہے، کتاب وسنت کے امام مانے جاتے تھے، عبداللہ ابن حبیب سلمی ذر ابن حبیش الاسدی وغیرہ اکابر تابعین سے علم حاصل کیا، ان تابعین حضرات نے حضرت عثمان، حضرت علی ابن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعود، امام الامت فی لقرأت حضرت اُبی بن کعب، حضرت زید بن ثابتؓ وغیرہ صحابہ سے علم حاصل کیا تھا، ان جلیل القدر صحابہ سے باالواسط تلمذ حاصل ہونے کی وجہ سے حضرت الامام ابوبکر عاصم کی قرأت سب سے مستند گردانی جاتی ہے، آپ کے بہت سے مشہور

تلامذہ ہیں، جن میں حضرت امام حماد، اور حضرت نعمان بن ثابتؒ بھی ہیں، لیکن دو راویان کرام زیارہ مشہور ہیں، جن سے علم قرات کا مبارک سلسلہ جاری رہا، (۱) حضرت ابوبکر شعبہ بن عباس الاسدی ۹۴ھ میں دلادت، اور ۱۹۳ھ میں وفات پائی، منقول ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں چوبیس ہزار قرآن کریم ختم کیئے، اور یہ بھی منقول ہے کہ اپنے حجرے کے بارے میں اپنے صاحبزادے سے وصیت کی کہ بیٹے اس حجرے میں کوئی کسی قسم کی نافرمانی نہ کرنا، اسلئے کہ میں نے اسمیں اٹھارہ ہزار قرآن شریف ختم کیئے ہیں، امام ابوبکر عاصمؒ کے دوسرے راوی حضرت امام ابوعمر حفص بن سلیمان الاسدی ہیں، ۹۱ھ میں آپ کی ولادت، اور ۱۹۵ھ میں وفات ہے، یحٰیی بن معین محدث عصر فرماتے ہیں کثرت سے تلاوت کلام پاک فرمایا کرتے تھے، ابوبکر الخطیبؒ نے لکھا ہے، کہ قوت حفظ میں شعبہ سے افضل ہے، اسی لئے امام عاصمؒ کی قرأت کو کچھ اس طرح ضبط کیا کہ پورے عالم میں ان کی طرف منسوب قرأت کو پھیلا دیا ہے، چنانچہ امام شاطبیؒ نے لکھا ہے۔ وَحَفْصُ' بِالاتقانِ كَانَ مُفَضَّلَه'

۶ چھٹے قاری امام القرأت ابوعمارہ حمزہ بن حبیب زیات ہیں، آپ کی ولادت ۸ھ اور وفات ۱۵۶ھ میں ہوئی ہے، حضرت الامام ابوحنیفہؒ نے آپ کے متعلق فرمایا ہے، کہ ابوعمارہ حمزہ دو چیزوں میں ہم پر غالب آگئے، علم القرت اور علم فرائض میں، منقول ہے کہ آپ قرآن پڑھانے کی اُجرت نہیں لیا کرتے تھے، آپ کے مشہور استاد حضرت امام جعفر صادقؒ ہیں، آپ کے مشہور تلامذہ میں ابرہیم بن ادہم، سفیان ثوریؒ، عجلی اور امام کسائیؒ وغیرہ ہیں، آپ کی قرأت کی نسبت سے دو راویان مشہور ہوئے۔ ۱ ابومحمد خلف ۲ ابوعیسیٰ خلاد الصیرفیؒ ۷ ساتویں امام قاری ابوالحسن علی بن حمزہ کسائی النحوی ہیں، آپ نے ستر سال کی عمر پائی امام محمد بن الحسن شیبانی کے خالہ زاد بھائی تھے، لغت نحو اور قرأت کے امام زمانہ مانے گئے۔ آپ کے راویان میں دو مشہور ہیں۔ ۱ ابولحارث لیث بن خالد مروزی بغدادی ۲ ابوعمر وحفص دوریؒ۔

بِسمِ اللہ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

اَلْحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبدِہٖ الکِتَابَ وَلَمْ یَجْعَل لَّہٗ عِوَجاً

وَالصَّلٰوۃ وَالسَّلامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ المُصْطَفٰی مُحمّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ

وَاَصْحَابِہٖ الْمُھْتَدٰی بِھِدَایَتِہٖ اَجْمَعِین O اما بعد

اصطلاحات عرب وقرأ

اصطلاح	ترجمہ
فتحہ	زبر
کسرہ	زیر
ضمہ	پیش
حرکات ثلاثہ	فتحہ کسرہ ضمہ کا اکٹھا نام۔
صفت	حرف کو پُر باریک سخت ونرم کرنا۔
فتحتین	دو زبر (ً)۔
ضمتین	دو پیش (ٌ)۔
کسرتین	دو زیر (ٍ)۔
ماقبل	جو حرف پہلے آوے۔
مابعد	جو حرف بعد میں آوے۔
کلمہ	چند حروف ملے ہوے۔
کلام	بہت سے کلمے جہاں بات ختم ہو۔
حروف ھجا	پہلی تختی کے عربی کے اٹھائیس حروف۔
تشدید	شد (ّ) حروف کے اوپر تین دانت کی شکل۔

مشدّ د	تشدیدوالاحروف۔
ساکن	سکون والاحروف۔
تنوین	فتحتین ۔کسرتین۔ضمتین کا اکٹھانام۔
مُنوّن	جس حرف پرتنوین ھو۔
حرف	تنہا،اکیلاحرف۔
حروف	ایک سےزیادہ حرف۔
اوقاف	وقف کی جمع۔
وقف	ٹہرنے کی جگہ۔
موقوف	وہ حرف جہاں وقف ہو۔
مخرج	حرف نکلنے کی جگہ۔
رموز	رمزکی جمع (نشانی)۔
حروف مستقلہِ	باریک حروف۔
شدیدی حروف	جو پڑھنے میں سخت کرکے پڑھے جائیں۔
وصل	جہاں وقف نہ ہو، بلکہ کلام کوآگے ملایا جایئے۔
حروف مطبقی	جوحروف تالوسےاداہوں۔
قرب مخرج	نزدیک جگہ حرف نکلنے کی۔
اظہار	ظاہرکرنا۔
ادغام	کھپانا، ملانا۔
روم	نچانا، کدانا۔
اسکان	ٹھہرجانا۔
ضمیر	اشارہ۔

مجوِّد	تجوید سے پڑھنے والا۔ یا تجوید جاننے والا۔
باغُنہ	ناک میں پڑھنا۔
مشاق	مشق کرنے والا۔
مقام	جگہ۔
ترتیل	حُسن ادائیگی۔
خیشوم	ناک کی گھوڑی۔
القاب	لقب کی جمع۔
صوت	آواز۔
قاری	پڑھنے والا، خصوصاً علم قرات کا ماہر۔
حسن ادائے گی	حروف کو مخارج سے ادا کرنا۔
حروفِ قلقلہ	جو کھٹاکھٹا کر یعنی آواز سے پڑھے جاتے ہیں۔
مُتضادہ	ایک دوسرے کی ضد ہونا۔
غیر مُتضادہ	ایک دوسرے کی ضد نہ ہونا۔
اخفاء	چھپانا۔
قلب	بدلنا۔
حسن صوت	اچھی آواز۔
اشمام	نچانے کی بو دینا۔
مُشتبہ الصوت	وہ حروف جن کی آواز ایک جیسی ہو۔
ابدال	بدل دینا۔
اِمالَہ	مائل کرنا، یعنی الف کو یا کی طرف اور زبر کو زیر کی طرف مائل کر کے پڑھنا۔

مد	حرف کولمبا کرنے کی علامت۔
اشباع	حرف کو اتنا دراز کرنا کہ اس سے حرف مد پیدا ہو جائے۔
صلہ	اگر یہی درازی ہائے ضمیر کی حرکت میں ہوتو اسکا نام صلہ ہے۔
بے غُنہ	ناک میں نہ پڑھنا۔
بری	ہونٹوں کی خُشکی۔
بحری	ہونٹوں کی تری۔
اضراس	ضرس کی جمع۔ ڈاڑھیں (اُڑمہ)
قُراء	قاری کی جمع پڑھنے والے۔
جوف	ہونٹوں سے حلق تک مُنہ کے اندر کی خالی جگہ کو کہتے ہیں۔
پرُ	مُنہ بھر کر پڑھنا۔
باریک	پتلی آواز میں پڑھنا۔
مدغم	جس حرف کو آگے دوسرے حرف کے ساتھ ملا یا جائے۔
مدغم فیہ	جس حرف میں اُسے پہلے حرف کو ملایا جائے۔
سکون	جزم کا دوسرا نام۔
مُتحرک	حرکت والا حرف۔
رَسماً	لکھا ہوا حرف یا کلمہ۔
آغن	غُنہ والا حرف۔
مُخفف	ساکن۔
تالی	تلاوت کرنے والا۔

مبادیات تجوید

تجوید کا معنی : عُمدہ کرنا

تجوید کی تعریف : ہر حرف کو اسکے مخرج وصفات ذاتیہ کے ساتھ ادا کرنے کو تجوید کہتے ہیں۔

تجوید کا حکم : اس علم کا حاصل کرنا فرض عین ہے۔

تجوید کا مقام : تمام علوم سے افضل ہے۔

تجوید کی غرض وغایت : قران کریم کو منشائے الٰہی کے مطابق پڑھ کر سعادت دارین حاصل کرنا۔

تجوید کا موضوع : حروف ھجاء ۔ الف با تا ثا۔

تجوید کا ماخذ : وحی ربانی ہی اس علم کی موجد ہے(وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا)

لحن کی تعریف : خلاف ترتیل پڑھنا۔

لحن کی اقسام : لحن کی دو قسمیں ہیں ۱) لحن جلی ۲) لحن خفی

لحن جلی کی تعیرلف : لحن جلی وہ خطاء فاحش ہے جس سے حرف کی صفت ہی باقی نہ رہ سکے، اور صفت ذاتی کے بدلنے سے حرف کی آواز ہی بدل جائے۔ جیسے حَطَبَ کو حَتَبَ پڑھنا، حق کو حک پڑھنا، ایسے ہی اعراب کی تبدیلی کرنا، مجرور کو مرفوع، اور منصوب کو مجرور بنانا، اعراب کی تبدیلی بھی بعص صورتوں میں مفسدِ صلوٰۃ ہے۔

لحن خفی کی تعریف : لحن خفی اُس غلطی کا نام ہے جو صفات عارضہ محسنہ میں ہو، جیسے۔اخفاء۔ اظہار۔ادغام۔اقلاب نہ کرنا۔پُر اور باریک کا خیال نہ کرنا، اسطرح پڑھنا

خلاف سُنت ہے۔

فائدہ : حضرت امام عاصمؒ کے دوشاگرد مشہور ہیں، ۱) حفص ۲) شعبہ، اور امام حفص کی قرأت کے دوطریق مشہور ہیں۔شاطبی اور جزری، ہم حضرت امام حفصؒ کی قرأت بطریق شاطبی پڑھتے ہیں۔کتاب میں بعض مقامات پر حضرتُ الامام جزری کی تصریحات بھی نظرنواز ہوں گی۔

ترتیل : آہستہ اطمینان کے ساتھ مدات کی پوری مقدار کو پڑھنا، جو عام مجالس دینیہ واجتماعات میں تلاوت کا انداز ہے۔

تدویر : حروف اور مدات کو درمیانے انداز سے پڑھنا، جو عام نمازوں میں تلاوت قرآن کا انداز ہے۔

حدر : تیز تیز پڑھنا، اور مدات کو کم کم کھینچنا، اتنی تیزی نہ ہو کہ حروف ہی کھائے جاتے ہوں، یہ نماز تراویح میں پڑھنے کا انداز ہے۔

اسمائے دنداں

ہر ایک انسان کے مُنہ میں بتیس (۳۲) دانت ہوتے ہیں، سولہ اوپر اور سولہ نیچے، جن میں سے اٹھائیس کے ساتھ حروف کی ادائیگی کا تعلق ہے۔ اوپر کے سامنے والے دو دانتوں کو **ثنایا عُلیا** کہتے ہیں، نیچے کے سامنے والے دو دانتوں کو **ثنایا سُفلی** کہتے ہیں، ثنایا عُلیا اور ثنایا سُفلی کے آس پاس اوپر نیچے دائیں بائیں جو چار دانت ہیں، اُن کو **رُباعیہ** کہتے ہیں، رُباعیہ کے آس پاس اوپر نیچے دائیں بائیں جو چار دانت ہیں، اُنکو **انیاب** کہتے ہیں۔ اردو میں ان کو کُچلیاں کہتے ہیں۔ انیاب کے آس پاس اوپر نیچے دائیں بائیں جو چار دانت ہیں، انکو **ضواحک** کہتے ہیں۔ ضواحک کے آس پاس اوپر نیچے دائیں بائیں جو تین تین ڈاڑھیں ہیں، جنکی تعداد بارہ بنتی ہے ان کو **طواحین** کہتے ہیں۔ طواحین کے آس پاس اوپر نیچے دائیں بائیں جو چار دانت ہیں ان کو **نواجذ** کہتے ہیں۔ یہ ۲۱ برس کے بعد اُ گنا شروع ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ کسی بھی حرف کی ادائیگی کا تعلق نہیں ہے۔ کسی شاعر نے مذکورہ بالا اسمائے دندان کو نظمیہ اشعار میں بیان کیا ہے۔ آسانی سے یاد رکھنے کے لئے وہ اشعار نقل کئے دیتا ہوں۔

ہے تعداد دانتوں کی کل تیس اور دو
ثنایا ہیں چار اور رُباعی ہیں دو دو
ہیں انیاب چار اور باقی رہے بیس
کہتے ہیں قُرّاء اضراس انہیں کو
ضواحک ہیں چار اور طواحین ہیں بارہ
نواجذ بھی ہیں ان کے بازو میں دو دو

مخارج والقاب حروف

مخارج: جن جگہوں سے حروف ادا ہوتے ہیں اُن کومخارج کہتے ہیں۔مخارج کی تعداد میں قُر اء وَ مجودین کا قدرے اختلاف ہے۔عربی میں پہلی تختی یعنی حروف تہجی کی تعداد (۲۹) ہے۔لیکن کئی کئی حروف کا مخرج متحد ہونے کی وجہ سے مخارج کی تعداد مختلف فیہ ہے۔امام فرّ اءؒ کے نزدیک چودہ ہیں، امام سیبویہؒ کے نزدیک سولہ ہیں، اورامام خلیل نحویؒ کے نزدیک سترہ ہیں، بعض ائمہ کرام (تجوید) نے لام۔ن۔را ۔ کا مخرج ایک بتایا ہے اوربعض نے ل۔ن۔ر۔یائے مدّہ وغیرہ کا مخرج الگ الگ بیان کیا ہے۔جسکی وجہ سے چودہ، سولہ، اورسترہ مخارج ہیں۔اوراس کتاب میں انہی کا قول حتمی مان کرسترہ لکھے جائیں گے۔

اصول مخارج پانچ ہیں ا: حلق ۲: زبان ۳: ہونٹ ۴: جوَف ۵: خیشوم

حلق کے تین حصے ہیں: ا۔ ادنائےحلق (شروع مُنہ کی طرف والاحصہ)

۲۔ وسطِ حلق (حلق کا درمیانی حصہ)

۳۔ اقصائےحلق (حلق کا سینے کی طرف والاحصہ)

ء ، ھ : اقصائےحلق سے ء ، ھ ادا ہوتے ہیں۔حضرات قُر اء نے فرمایاہے کہ اصل میں ء (ھمزہ) اور ھ کا مخرج ناف سے شروع ہوکراقصائے حلق تک ہے۔ہر دوحرف کی ادائیگی کی آخری حدکومخرج قرار دیا گیاہے۔

ع ، ح : وسطِ حلق سے ادا ہوتے ہیں۔

غ ، خ : ادنائےحلق سے ادا ہوتے ہیں۔ان چھ حروف کوحروفِ حلقی کہتے ہیں۔

تنبیہ: کشمیر میں غ اورخ کوگین اورکھا، یا گون اورکھائے کے تلفظ میں پڑھتے ہیں، اساتذہ مشق کرواتے وقت خاص خیال رکھیں، زبان میں دس مخارج ہیں، جڑھ یعنی حلق کے کوّے کے پاس

دومخارج ہیں۔

ق : اعلیٰ اقصائے لسان اسکے مقابل اوپر کا تالواس سے بڑا قاف ادا ہوتا ہے۔ (زبان کا آخری اوپر کا کنارہ)

ک : اسفلِ اقصائے لسان اسکے مقابل اوپر کا تالواس سے چھوٹا کاف ادا ہوتا ہے۔یعنی قاف کے مخرج سے ذرا منہ کی طرف ہٹ کر۔بعض لوگ کھ پڑھتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔کیونکہ اس طرح پڑھنے سے حرف کی اصلیت ہی ختم ہوجاتی ہے۔تا کو تھ اور کاف کو کھ پڑھنے سے نماز فاسد ہونے کا اندیشہ ہے۔ان دونوں حروف کوحروف لھویہ کہتے ہیں۔

زبان کے تین حصے ہیں ا: نوک زبان ۲: وسط زبان ۳: اقصائے زبان۔

ج، ش، یائے غیرمدّہ : وسطِ زبان اسکے مقابل اوپر کا تالواس سے جیم شین اور یائے غیر مدّہ ادا ہوتے ہیں۔ان تینوں حرفوں کوحروفِ شجریہ کہتے ہیں۔

ض : حافہ لسان اوراضراس علیا کی جڑھ سے ضاد ادا ہوتا ہے۔(زبان کا کنارہ جڑھ کی طرف سے اوراوپر کی ڈاڑھوں سے) حافہ اورطرف لسان میں یہ فرق ہے، کہ حافہ زبان کی جڑ کی طرف والا کنارہ ہے،اورطرفِ لسان زبان کی نوک کی طرف والا کنارہ کہلاتا ہے۔بائیں طرف سے آسان اور دائیں طرف سے ادا کرنا مشکل ہے۔اور بیک وقت جانبین سے ادائیگی اورمشکل ہے۔ضاد اصعبُ الحروف ہے۔کسی ماہر مشاق قاری سے مشق ضروری ہے۔

مسئلہ : مشق کے باوجود اگر ضاد صحیح ادا نہ ہوتو ظا پر پڑھ لیں،اور بغیر مشق کئے عام حالت میں ظاء پڑھنا بھی جائزنہیں ہے۔(جمال القرآن) ذواد ۔ دُواَد اور دال پرُ جیسے تلفظ بالکل درست نہیں ہیں،(ایسے تلفظ کرنے

سے نماز درست نہیں ہوگی) مُلا علی قاریؒ نے اپنی کتاب شرح جزری میں اسکی وضاحت اس طرح فرمائی ہے۔ظا اور ضاد مُتشابہ الصوت ہیں،اور دونوں صفات میں بھی ہم پلہ ہیں۔صرف صفتِ استطالت ہے، جو ضاد کو ظا سے تمیز کرواتی ہے۔چنانچہ علامہ جزریؒ لکھتے ہیں، وَ الضَّادُ بِاسْتَطَالَةٍ وَ مخرَجٍ مَيزُ مِّنَ الظَّاءِ یعنی ضاد کو استطالت اور اپنے مخرج سے پڑھو تب ہی ظا سے تمیز ہو پائی گی۔اسی لئے ضاد تمام حروف میں مشکل ہے۔اور اسکے فرق کو ماہر ہی سمجھ سکتا ہے۔کیونکہ نہایت ہی باریک ترین فرق ہے۔مقصد یہ ہے کہ خالص ظا، دال پر کر کے اپنے مخرج سے پڑھنا لحن جلی ہے،اور لحنِ جلی سے نماز میں فساد آ جانا لازمی امر ہے۔

ل : طرف لسان ایک ضواحک سے لیکر دوسرے ضواحک تک اوپر کے دانتوں کا مسوڑھا اس سے ل ادا ہوتا ہے۔دونوں جانب سے ادا کرنا درست ہے۔

ن : طرف لسان ایک انیاب سے لیکر دوسرے انیاب تک اوپر کے دانتوں کا مسوڑھا اُس سے ن مُظہرہ ادا ہوتا ہے۔ن مظہرہ اس ن کو کہتے ہیں جسمیں اظہار کیا جائے۔

ر : طرف لسان مع مَتّصِل پشتِ لسان جبکہ ثنایا عُلیا اور باعی کے مسوڑھوں سے ملے،اس سے را ادا ہوتی ہے (پُشتِ لسان سے مراد زبان کی نوک کی طرف کا اوپر والا حصہ ہے) ان حرفوں کو حروفِ طرفیہ کہتے ہیں۔

ط ، د ، ت : زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑھ سے طا۔دال۔تا ادا ہوتے ہیں۔ان تینوں حروف کو حروف نطعیہ کہتے ہیں۔بعض لوگ تا کو تھ کی آواز امیں ادا کرتے ہیں یہ بھی نادرست ہے۔

ث، ذ ، ظ : زبان کی نوک اور ثنایا علیا کے کنارے سے ثا، ذال، ظا ادا ہوتے ہیں۔ان تینوں حروف کو حروفِ لثویہ کہتے ہیں۔

ز، س، ص : زبان کی نوک اور ثنایا سُفلیٰ کا کنارہ مع اتصالِ ثنایا عُلیا سے سین، صاد،زا، ادا ہوتے ہیں۔ادائے گی کے وقت زبان دانتون سے باہر نہ نکلنے پائے۔ ان تینوں حروف کو حروفِ صفیر یہ کہتے ہیں۔

ہونٹوں میں دومخرج ہیں :۔

ف : بطنِ شفتِ سُفلیٰ اور ثنایا علیا کے کنارے سے فا ادا ہوتا ہے۔(یعنی ثنایا علیا کے دانت نچلے ہونٹ کے اندرون پر لگیں) کشمیر میں اس حرف کو دونوں ہونٹ ملا کر اردو کا (پھا) بنا کر پڑھتے ہیں۔جسکی زبانِ عرب میں بالکل کوئی گنجائش نہیں ہے۔لہذا اساتذہ اس حرف کی مشق کراتے وقت خاص خیال رکھیں۔

ب : دونون ہونٹوں کی تری کا حصہ ملنے سے با ادا ہوتا ہے۔

م : دونوں ہونٹوں کی خشکی کا حصہ ملنے سے م متحرک اورم مُظہرہ ادا ہوتی ہے۔ مظہرہ اس م کو کہتے ہیں جس میں اظہار کیا جاوے۔

واوَ : دونوں ہونٹوں کے ناتمام ملنے سے واوٗ مُتحرک اور واوَ لین ادا ہوتا ہے۔ ان حروف کو شفویہ کہتے ہیں۔

منہ کے خالی حصے میں ایک مخرج ہے:۔

ا، ی، و، جب کہ مدّہ ہوں۔

جوف دھن یعنی منہ کے اندر کا خُلاٗ ، جب کہ ماقبل کی حرکت ان کے موافق ہو۔الف جب اسکے ماقبل

حرف پرزبرہو۔ی جب اسکے ماقبل حرف کے نیچے زیرہو۔ واؤجب اسکے ماقبل حرف پرپیش ہو۔ ان تنیوں حروف کوحروفِ مدّہ اورحروف ھوائیہ کہتے ہیں۔ چونکہ یہ حروف مُنہ کی ھوا سے ہی ادا ہوتے ہیں، جوفِ دھن سے ادا ہوتے وقت دھن میں کسی بھی جگہ قرار نہیں پکڑتے ہیں، اسلئے ھواہیہ کہلائے۔

خیشوم : خیشوم میں ایک مخرج ہے۔

ن، م : خیشوم یعنی ناک کے بانسے سے ن ساکن حالتِ اخفاء میں، ن اورم حالتِ تشدید میں ادا ہوتے ہیں۔

حلق اورزبان کی شکل

not found.

دائرہ مخارج حروف مع صفات نرم وپُر ایک نظر میں

Naqsha--22222221222.bmp not found.

میرے پیارے بھائی!

دائرہ ھذا میں مخارج حروف کونہایت سہل اور سلیس طریقے پر بیان کیا ہے۔ نیز ہر حرف کی صفت پُر اور باریک بھی نقل کر دی ہے۔ آپ اس دائرہ کو پڑھکر صحیح انداز سے بھر پور فائدہ اٹھائیں۔ مخارج حروف اور ہر حرف کی ایک ایک صفت پُر اور باریک کو دیکھ کر تلفظ درست کریں۔ تمام مخارج وصفات حروف کی نرم وپُر کی اساس یہی دائرہ ہے۔ اسکو غور سے سمجھ اور سیکھ لینے کے بعد عام آدمی کی تلاوت قرآن سے آپ کی تلاوت بہتر ہو جائے گی۔ بقیہ صفاتِ حروف متضادہ وغیرہ متضادہ کو اپنے موقع پر ملاحظہ فرمائیں۔ حروف کو مخرج اور جمیع صفات کے ساتھ ادا کر کے قرآن کریم کی تلاوت حق تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ اور جنت کی اعلیٰ منازل پر فائز ہونے کا سبب ہے۔ قرآن کی تلاوت کے قواعد وضوابط سیکھئے! اور جنابِ نبی اکرم ﷺ کے اوپر نازل شدہ طریقِ تلاوت کو اختیار کر کے سعادتِ دارین حاصل کیجئے۔

جب تو ھی نہ مانے!

مسطورہ بالا مخارج حروف وصفاتِ نرم وپُر کا نقشہ از بر کرانے کے بعد مخارج کے ایک ایسے نقشے کو درج کتاب کیا جا رہا ہے، کہ طالب علم حسی طور پر مخارج کو دیکھ لے اور کس حرف کی ادائے گی کا اصولِ مخارج کے اعتبار سے کون سا مقام ہے۔ اس سے محسوس طریقے پر سمجھ میں آجائے گا۔ حلق زبان کا نقشہ علیحدہ ہے، دانتوں ہونٹوں اور خیشوم کا علیحدہ ہے۔ خوب غور وفکر کر لیں، کون حرف کس مخرج سے ادا ہو رہا ہے، چونکہ مخارج کی معرفت کو تجوید میں اساسی حیثیت ہے، یہ نقشہ آپ کی سہولت اور تجوید کا ذوق آپ کے اندر پیدا کرنے کیلئے النفحۃ العنبر یہ سے ماخوذ ہے۔ خدا علمائے حق کو اپنے ہاں سے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ امت کو سمجھانے کیلئے ہر ممکن تر اقدام کرنے سے گریز نہیں کیا ہے۔ بس صرف توجہ شوق

وذوق اور محنت کی ضرورت ہے۔شوقین طلباء کیلئے مخارج کے عنوان سے کافی حد تک کوشش ہوئی ہے۔
اور محنتی طلباء اس سے ضرور فائدہ اٹھائیں گے،اور تکاسل وتغافل کے شکار کیلئے بہانے بسیار ہیں۔
بقولِ کسے،جب تو ہی نہ مانے تو بہانے ہزار ہیں۔

حلق زبان اور دانتوں کا نقشہ

Naqsha--122.bmp not found.

حروف کی ادائیگی

حرف کی ادائیگی اور مخارج معلوم کرنے کا طریقہ علمائے تجوید نے اس طرح بیان فرمایا ہے،کہ جس
حرف کا مخرج معلوم کرنا ہواس کو ساکن کرکے شروع میں ہمزہ متحرک لاؤ،ادائے گی کے آخر پر جہاں
زبان رک جاوے گی،وہی اُس حرف کا مخرج ہے۔اس طرح مشق کرنے سے حروف کی ادائے گی

باالکل درست ہو جائے گی۔طلباءکواکثراس کی طرف رغبت دلانی چاہیئے،مثلاً۔اِبْ ۔اَتْ ۔اَثْ ۔اَجْ ۔اَحْ ۔اَخْ ۔اَدْ ۔اَذْ ۔اَرْ ۔اَزْ ۔اَسْ ۔اَشْ ۔اَصْ ۔اَضْ ۔اَطْ ۔اَظْ ۔اَعْ ۔اَغْ ۔اَفْ ۔اَقْ ۔اَکْ ۔اَلْ ۔اَمْ ۔اَنْ ۔اَھْ ۔اَءْ ۔اَیْ۔

صفاتِ حروف کی اھمیت

میرے محترم ! مخارج حروف کی معرفت کے بعداب معرفت صفات کی اشدضرورت ہے۔اکثر معلمین قواعد تجوید نے اس جگہ صفاتِ عارضہ کو بیان کیا ہے۔لیکن احقر نے مجدد ملت حکیم الامتؒ کی تصنیف جمال القرآن کے طرز کو لیتے ہوئے،معرفت صفاتِ حروف کوقلم بند کرنے کی اولاً جسارت کی ہے۔جس کی وجہ وہی ہے جوحضرتؒ کے اس مقولہ سے واضح ہورہی ہے۔(کہ ان قاعدوں اخفاء،اظہار،ادغام،قلب پُر وباریک وغیرہ سے نغمہ خوشنما ہوجاتا ہے،اورلوگ نغمہ ہی کا زیادہ خیال کرتے ہیں،اورمخارج وصفات لازمہ کونغمہ میں کوئی دخل نہیں،اسلئے اس کی طرف توجہ کم کرتے ہیں) بین القوسین عبارت حضرتؒ کی نقل کی گئی ہے۔اس کے آئینہ میں زمانہ حال پرتھوڑاساتبصرہ قارئین کی نظر کئے دیتا ہوں۔ہماری وادی کشمیر میں نغمات کی طرف میلانِ طبعی ہے۔نغمہ سنج افرادکوقبولیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔یہاں ماہرقاری القرآن وہی ہے،جس کی آواز میں نغمیت گھول گھول کر بھردی گئی ہو۔حسن صوت اگرچہ قاری کیلئے خدادادتحفہ اورزینتِ قرأتِ قرآن ہے،لیکن اسی کودرجہءاول دے دینا کہاں کا انصاف ہے؟ جبکہ حسنِ اداء برائے نام بھی نہ ہوعلمِ تجوید کی معرفت تودرکنار،علمِ تجوید کے مبارک نام تک کی معرفت تاہنوز حاصل نہیں ہوسکی ہے۔مدارس اسلامیہ کےفیض وبرکت سے اب وادی میں کبھی محفلِ حسن قرأت یا پھرکسی دینی اجتماع کے موقع پرقرائےقرآن نگاہ میں آجاتے ہیں۔الغرض علمِ موسیقی کےلوح اذھان پرغلبہ کی بناء پرطبائع اسی جانب ابھی بھی مرکوز ہیں، جبکہ فنِ تجوید میں مخارج وصفاتِ حروف اساسی حیثیت رکھتے ہیں، میرے بھیا!جب عمارت کی بنیادمظبوط و

مُستحکم ہوگی، تب ہی تو اوپر اعلیٰ منازل کارگر اور خوبصورت دکھائی دیں گی۔صفاتِ لازمہ کو بنیادِ تجوید میں خشتِ ثانی کی حیثیت حاصل ہے، کہ خشتِ اول مخارج حروف ہیں، تو جو لوگ حسن صوت ہی کو مدارِ قرات گردانتے ہیں، وہ اپنے زعم میں بالکل غلط سمجھ بیٹھے ہیں۔اساتذہ میرے گذارشات کی طرف کان دہریں، اور مخارج وصفاتِ حروف کو مکمل طریقے سے سیکھا کر تب آگے کے قواعد کو سکھائیں، ورنہ (خشتِ اول چوں نہد معمار کج تا ثریا می شود دیوار کج) کا معاملہ ہی بنے گا۔فاعتبروا یا اولی الابصار! صفاتِ حروف تجوید کا جزوِ لانیفک ہے۔ان سے صرف نظر کر کے تجوید حروف کا حق ادائیگی امر محال ہے۔مزید تجربات کو الگ عنوان سے کتاب کے آخر میں تحریر کیا جاوے گا۔

صفات کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ لازمہ ۲۔ عارضہ

صفت لازمہ:۔ صفتِ لازمہ حرف کی وہ صفت ہے، جو کسی بھی حال میں حرف سے جُدا نہیں ہوتی مثلاً ط اس کی ایک صفت استعلاء ہے۔یعنی ہر حال میں پُر اور موٹا پڑھا جائے گا۔یہ صفت اس کی لازمہ ہے۔اس کی عدمِ اداء پر حرف ہی باقی نہ رہے گا، اور اسی طرح دوسرے حروف کی صفتِ ذاتیہ کا حال ہے۔مثلاً ث۔ ذ۔ ز۔ خ۔ ظ۔ ض۔ ع۔ ف۔ ق۔ ک۔

صفت عارضہ :۔ حرف کی وہ صفت جو کبھی کبھی حرف سے جُدا بھی ہوجائے۔مثلاً حرف را کبھی پُر اور کبھی باریک ہوتا ہے۔لام اللہ کبھی پُر اور کبھی باریک، اور حرف الف کبھی پُر اور کبھی باریک ہوگا، جب الف کے ماقبل پُر حرف ہو تو پُر پڑھا جائے گا مثلاً غَابَ . طَالَ . سَاحَ . مَالَ

حرف کی تبدیلی سے معنی کی تبدیلی

چند مثالیں لکھی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوجائے گا، کی حرف کی تبدیلی سے معنی میں کس قدر تبدیلی پیدا ہوتی ہے، خواہ حرف کا مخرج بدلنے سے ہو۔یا صفاتِ لازمہ میں کوتاہی وغفلت سے ہو، مثلاً قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی جگہ کُلْ هُوَ اللّٰهُ احدٌ پڑھنے سے معنی یہ ہوجائیں گے، تو کھا وہ اللہ

ایک ہے، کُلْ صیغۂ امر ہے۔ اَکَلَ یَا کُلُ سے (۲) قلْبُ، معنی دل۔اور کَلْب، معنی کتاُ، کوئی دعا کر رہا ہو۔ اَللّٰھُمَ طَھّرُ کَلْبی ۔اے اللہ میرے کتے کو پاک کر، دل کی پا کی کے بجائے کتے کی پا کی کی دعا کر رہا ہے۔ پھر بھلا دل کیسے پاک ہو۔ ۳) صَعُیدُ۔ معنی مٹی۔ سَعیدُ معنی سعادت مند۔ باری تعالی کا ارشاد ہے۔ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمّمُوْا صَعِیْدًا طَیباً ، تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیم کرلو، اور صَعُیدَ کو سَعُیدَ سین کے تلفظ میں پڑھنے سے معنی یہ ہوں گے، پھر تم پانی نہ پاؤ تو ایسے سعادت مند سے تیم کرلو جو پاک ہو۔ ۴) ولا الضَآ لّیُنَ۔ یا اللہ گمراہ لوگوں کے راستے سے بچانا۔ اور وَ لاَدّ الیُنَ کا مفہوم اسطرح ہے، یا اللہ رہنمائی کرنے والے لوگوں کے راستے سے بچانا۔ ۵) ھُدَی لِلْمُتَقِیُنَ۔ ھدایت ہے ڈرنے والوں کیلئے،اور ھُدَی لمَتکیُنَ،کا معنی یہ ہوگا کہ ھدایت ہے دنیا کی چندروزہ زندگی پر بھروسہ کرنے والوں کیلئے۔ عَلِیُمُ۔ بہت جاننے والا۔ اَلیُمُ۔ دردناک، عَظِیُم۔ بڑا، عَزیمُ۔ ارادہ کرنے والا، لِلعاَ قِلَ تَکْفِیْہ اِلا شَارَۃ ، اہل بصیرت اساتذہ وطلباء پر یہ امر مخفی نہیں رہا کہ مخارج حروف وَصفاتِ لازمہ تجوید میں بُنیادی مقام رکھتی ہیں۔ اساتذۂ فن خوب محنت سے کام کریں، وَمَاتَوْفِیُقیُ اِلّا بِا اللّٰہِ۔

مُخارج وصفاتِ حروف کے درمیان فرق

حرف کے مخرج سے اسکی مقدار کا علم ہوتا ہے،اور صفت سے اسکی کیفیتِ ادا کا علم ہوتا ہے، جو ھوا انسان کے پھیپھڑے سے نکل کر آتی ہے، اگر طبیعت کے اقتضاء سے نہ سُننے والی ھوا آرہی ہو تو اس کو نفس کہتے ہیں (بمعنیٰ سانس) اور اگر وہ ھوا بالا ارادہ نکلے جس میں دو جسم کے ٹکرانے کی وجہ سے کچھ سنائی دے اُسے صوت کہتے ہیں، (آواز) اور اس آواز میں اگر کوئی مخصوص کیفیت مخرج مُحقق یا مخرج مُقدر پر اعتماد کرنے سے پیدا ہو تو اُسے حرف کہتے ہیں، اور اس حرف میں جو دوسری کیفیات بعض وجُوہ سے پائی گئیں تو اُسے صِفت کہتے ہیں۔ پھر خارج ھونے والی ہوا جو حرف کی صفت ہے، اگر قوی آواز کے

ساتھ متکیف (آواز کی خاص حالت) ہورہی ہے، تو یہ صفتِ جہر ہے، اور اگر سانس بغیر آواز کے بھی کچھ رہتا ہے تو یہ صفتِ ہمس ہے، پھر اگر آواز حرف کی اپنے مخرج میں مکمل طریقہ پر رک جائے کہ جاری ہی نہ ہو، تو اُسکا نام شدت ہے۔ جیسے اَلْحَجّ پر وقف کرنے کی صورت میں آواز بالکل رک جاتی ہے، کہ کھینچنے سے بھی نہیں کھینچتی، اور اگر پوری طرح جاری رہے، اور بالکل نہ رکے تو اسکا نام رخوہ ہے، جیسے طَشّ ، اور مَعَایِشْ پر وقف کرنے سے آواز جاری رہتی ہے، کہ جتنا چاہیں کھینچ سکتے ہیں، اور اگر آواز پوری طرح نہ بند ہو اور نہ جاری ہو، تو اسکا نام توسُّطْ ہے، جیسے ظِلّ پر وقف کرنے کی صورت میں ۔

صفاتِ حروف کے فوائد

علمائے مجوِّدین نے ان تمام صفاتِ لازمہ وذاتیہ کے تین فوائد لکھے ہیں (۱) مُشترک المخارج حروف میں امتیاز، علامہ ابن الجزریؒ فرماتے ہیں، کہ ہر وہ حرف جو دوسرے حرف کے مخرج میں شریک ہے، اُن میں امتیاز وفرق صفت ہی سے ہوگا، اور جو حروف صفات میں مُشترک ہیں ان میں امتیاز مخرج سے ہوگا، اور امتیاز کی اگر یہ شکل نہ ہوتی تو سننے میں حروف کی آوازیں، ایک دوسرے کے مُشابہ ہوتیں، اور جانوروں کی سی آوازیں پیدا ہوتیں، جن کا کوئی معنیٰ ومفہوم ہی نہ ہوتا۔ پس صفاتِ حروف ہی ہیں جن سے حروف کا تعین کر کے معنیٰ ومفہوم کا تعین ہوتا ہے۔ (۲) دوسرا فائدہ ہے کہ صفات کے سبب سے حروف کے قوی اور ضعیف ہونے کی معرفت حاصل ہوتی ہے، اور اِسکا فائدہ یہ ہے کہ معلوم ہوجاتا ہے کہ کس حرف کا ادغام کس حرف میں صحیح ہے۔ (کَمَا سَیَاْتِی اِنْ شَآءَ اللّٰہ) (۳) تیسرا فائدہ ہے کہ صفات کے سبب مختلف المخارج حروف کی ادائے گی میں تحسین اور خوبی پیدا ہوگی، اور فوائد بھی ہیں، جو بڑی کتب میں مِل سکتے ہیں، اصحابِ ذوق تتبع کریں۔

صفاتِ لازمہ کی باعتبار تقابل دو قسمیں ہیں:۔ ۱۔ مُتضادہ ۲۔ غیر مُتضادہ

۱۔ مُتضادہ : وہ صفات ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہوں، یعنی جو صفت ایک حرف میں ہو وہی صفت دوسرے حرف میں نہ ہو۔ جیسے استعلاء اور استفال دو الگ الگ صفتیں ہیں ، جن

حروف میں صفت استعلاء ہے ان میں استفال نہیں، ہمس اور جہر، جو حروفِ مہموسہ ہیں وہ مجہورہ نہیں، اور جو مجہورہ ہیں، وہ مہموسہ نہیں بن سکتے۔ (ھٰکذا فِیْ صِفَات اُخرَا)

صفاتِ لازمہ باعتبار تمایز دو قسم پر ہے۔

۱۔ صفتِ لازمہ ممیّزہ ۲۔ صفتِ لازمہ غیر ممیّزہ

۱۔صفتِ لازمہ ممیّزہ : اس صفت کو کہتے ہیں جو مُشتبہ الصوت حرفوں میں یا ایک ہی مخرج کے حروف میں تمیز کرتی ہو،مثلاً۔ت۔د۔ط۔اوّل الذکر ہر دو شدیدہ ہیں،اور مئوخر الذکر میں شدت کے ساتھ استعلاء کی صفت بھی موجود ہے۔مثلاً ثا۔ذال۔ظا۔اوّل الذکر ہر دو میں رخوت ہے،اور ظا میں استعلاء کی صفت پائی جاتی ہے۔

۲۔صفتِ لازمہ غیر ممیّزہ : اس صفت لازمہ کو کہتے ہیں کہ جس کے سبب دو حروف کی صفاتِ لازمہ میں تمیز نہ ہوتی ہو۔

صفاتِ لازمہ مُتضادہ : صفات لازمہ متضادہ دس ہیں،جن میں پانچ پانچ کی ضد ہیں۔

صفت لازمہ ادائے گی کے اعتبار سے مخرج کی طرح ہیں،جس طرح مخرج سے حرف کو ادا کرنا واجب ہے،اسی طرح ہر حرف کی ہر صفتِ لازمہ کو ادا کرنے سے حرف کا حق صحیح ادا ہوگا۔مخرج میں ضُعف حرف کی تبدیلی کا باعث ہے،اور وہ تبدیلی معنیٰ کو مُستلزم ہے۔بعینہ صفات میں تبدیلی معنیٰ کی تبدیلی کو مُستلزم ہے، خوب غور سے صفات پر محنت کریں اور کروائیں۔

۱: ہمس : اس صفت کا مطلب یہ ہے کہ ان حروف کی ادائیگی کے وقت آواز مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس جاری رہ سکے،اور آواز میں ایک قسم کی پستی ہو،ایسے حروف دس ہیں: ف۔ح۔ث۔ہ۔ش۔خ۔ص۔س۔ک۔ت۔ جنکا مجموعہ، فَحَثَّہٗ، شَخصٌ، سَکَتَ ہے۔ (برانگیختہ کیا اس کو ایسے شخص نے کہ ساکت ہوا)۔

۲۔ جہر : مطلب اس صفت کا یہ ہے، کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت آواز اپنے مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس کا جاری رہنا بند ہو جائے اور آواز میں ایک

طرح کی بلندی بھی ہو۔مہموسہ کے علاوہ تمام حروف مجہورہ ہیں۔ ء . ب . ج . د . ذ . ر . ز ض . ط . ظ . ع . غ . ق . ل . م . ن . و . ی . یہ اٹھارہ حروف ہیں،جن میں صفتِ ہمس کاانعدام ہے۔ جیسے مَا کوُلُ کاہمزہ،انکا مجموعہ عَظَم وَزْنُ قارِی ءِ ذِیْ غَضّ جَدّ طَلَبَ ہے،(نیچی نگاہ والے قاری کاوزن عظیم ہوااس نے طلب میں کوشش کی)

وضاحت : سانس کاجاری رہنابندنہیں ہوتا، بلکہ حروفِ مجہورہ میں اکثر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ صوتِ میں جہر کی وجہ سے جریانِ سانس کا احساس نہیں ہوتا، اور بعض میں احساس ہوبھی جا تا ہے۔مثلا زاجوکہ مجہورہ ہے،اسکے ادا کرتے وقت بوجہ صفیر ہونے کے جریان سانس کے ساتھ اسکا احساس بھی ہوتاہے،اورگرذوق سے کام لیاجائے تو یہ بات سمجھ میں آجائے گی،کہ سانس بند ہونے کے ساتھ حرف کی صوت بھی بند ہوجائے گی، حالانکہ زاجوکہ مجہورہ ہے، اس میں سانس صوت کے ساتھ ساتھ برابر جاری رہتی ہے، اورمثل کاف، وتاء، کے جوکہ شدیدہ مجہورہ ہیں، زامیں پہلے سانس بند ہوکر پھر جاری ہوجائے ۔ یہ بھی درست نہیں ہے ۔ چنانچہ تجوید کی جن کتب میں سانس بند کرنا لکھا ہے اسکا مطلب یہی ہے کہ سانس صوت کے ساتھ اس طرح مل جاتی ہے،کہ اکثر مجہورہ حرفوں میں صرف صوت ہی کا احساس ہوتاہے،سانس کے بند ہونے کا احساس ہی نہیں ہوتا،اورنہ ہی سانس حقیقۃً باالکل بند ہو جاتی ہے، بلکہ قدرے سانس کا بند ہونا حروف مجہورہ میں پایا جاتا ہے۔

۳: **شدّت** : یہ صفت جن حروف میں پائی جاتی ہے ان کوشدیدہ کہتے ہیں، اس صفت کا مطلب یہی ہے کہ ان حروف کی ادائیگی کے وقت آواز مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز بند ہو جائے، اور آواز میں ایک قسم کی سختی پیدا ہو۔ایسے حروف آٹھ ہیں جنکا مجموعہ اَجِدُ کَ قطَبْتَ ہے۔(جانتا ہوں تُجھ کوکہ جمع کیاتو نے) جیسے لَکَ کا کاف۔اَحَدُ کی دال۔

۴۔ **رخوت** : اس صفت کے حروف کورخوہ کہتے ہیں۔ایسے حروف سولہ(۱۶) ہیں۔

ان کا مجموعہ خَسُّ حَظٍّ شَصُّ هَزٍّ وَضِغُتُ یا فَذٌّ ہے۔یعنی محنت کی کمی پراگندہ حالی سے ہے، (اے پریشان آدمی)۔مطلب اس کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرتے وقت آواز مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز جاری بھی رہے، اور آواز میں رخوت بھی ایک قسم کی پائی جائے، جیسے مَعَایِش کی ش، شدیدہ اور رخوہ کے درمیان ایک اور صفت پائی جاتی ہے، جس سے توسط کہتے ہیں، یہاں حروف ھجاء کی تین قسم ہوگئیں۔بعض بالکلیہ شدیدہ ہیں، اور بعض بالکلیہ رخوہ ہیں۔اور بعض ان ہر دو صفات کے درمیان، یعنی ان حروف میں شدت ہے۔اور نہ ہی رخوت، بلکہ توسط کے درجہ میں ہیں۔اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاتی ہے، ان کو متوسطہ اور بَیْنِیہ کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ آواز ان حروف میں نہ پوری طرح بند ہوتی ہے اور نہ پوری طرح جاری۔ایسے حروف پانچ ہیں جن کا مجموعہ لِنْ عُمَرْ ہے (نرم ہوا ے عمر) چونکہ ان حروف میں قدرے شدت اور قدرے رخوت بھی پائی جاتی ہے، اس لئے مجودین نے اسکو الگ سے شمار نہیں کیا ہے۔

ایک شبہ کا جواب :

سوال: حرف تا اور کاف کو مہموسہ میں شمار کیا ہے۔حالانکہ ان میں آواز بند ہو جاتی ہے۔جسکی وجہ سے ان کو شدیدہ میں گنا گیا ہے۔

جواب: ان دونوں حرفوں میں صفت ہمس ضعیف ہے، اور صفت شدت قوی، لہذا شدت کے قوی ہونے کی بناء پر آواز ادائیگی کے وقت بند ہو جاتی ہے۔لیکن قدرے صفت ہمس ہونے سے آواز بند ہونے کے بعد کچھ تھوڑا سا سانس بھی جاری ہوتا ہے۔لیکن اس جریانِ سانس میں یہ احتیاط ضرور برتنی چاہئے کہ آواز کا جریان نہ ہو۔کیونکہ اگر آواز جاری کی جائے گی تو کاف، وتا، شدیدہ نہیں رہیں گے، بلکہ رخوت پیدا ہو جائے گی، اور ان ہر دو حروف میں ھا کی آواز پیدا ہو کر حرف غلط ہو جائے گا۔جب شدت میں صوت بند ہو گی تو بعدہٗ خواہ صوت جاری ہو یا سانس، بہرصورت وہ شدیدہ ہی رہے گا رخوہ نہ ہوگا، اور اگر غلطی سے صوت جہر کے ساتھ پیدا ہو گی تو پھر صفت قلقلہ ظاہر ہو جائے گی۔

۵) استعلاء : جن حروف میں یہ صفت پائی جاتی ہے اُن کو مستعلیہ کہتے ہیں اس

صفت کا مطلب یہ ہے کہ ان حروف کی ادائے گی کے وقت زبان کی جڑھ ہمیشہ تالو کی طرف ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ حروف موٹے ہو جاتے ہیں، ایسے حروف سات ہیں جن کا مجموعہ خُـــــص ، ضَّغْط ، قِظْ ہے۔(بانس یا لکڑی کے تنگ مکان میں گرمی کے زمانے میں قیام کر) جیسے بِغَافِل ، طَارِق ، قَاسِمُ۔

۶۔ استفال : یہ صفت جن حروف میں پائی جاتی ہے ان کو مستفلہ کہتے ہیں۔طلب اسکا یہ ہے کہ ان حروف کی ادائیگی کے وقت زبان کی جڑھ اوپر تالو کی جانب نہیں اُٹھتی ہے۔ جسکی وجہ سے یہ حروف باریک پڑھے جاتے ہیں۔مُستعلیہ کے سوا باقی تمام حروف مُستفلہ ہیں۔ یہ دونوں صفتیں استعلاء اور استفال بھی ایک دوسرے کے مُقابل ہیں۔جیسے ذٰلِکَ کی ذال، اور ایسے حروف بائیس ہیں جنکا مجموعہ ہے۔ اُنشُرْ حدَیثَ عِلمِکَ سوَفَ تُجهّزُ بَذا۔

۷۔ اطباق : جن حروف میں یہ صفت پائی جاتی ہے ان کو مُطبقہ کہتے ہیں۔اس صفت کا مطلب یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے مُلصَق ہو جاتا ہے۔ یعنی لپٹ جاتا ہے۔ایسے حروف چار ہیں۔ص۔ض۔ط۔ظ۔جیسے طاغوت کی طا۔

۸۔ انفتاح : جن حروف میں یہ صفت پائی جاتی ہے ان کو مُنفتحہ کہتے ہیں۔ایسے حروف پچیس ہیں جنکا مجموعہ یہ ہے۔ مَنْ اَخَذَ وُجَدَ سَعَةً فَزكاً حَقٌّ لَه شُرْبُ غيثٍ،(جو وسعت مال کی تونگری پائے اور وہ مال پاکیزہ ہو بارش رحمت کا پینا جائز ہے۔) مطلب یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے جُدا رہتا ہے، خواہ زبان کی جڑھ تالو سے لگ بھی جائے۔(جیسے قاف کی ادائیگی میں زبان کی جڑھ تالو سے لگ ہی جاتی ہے) خواہ نہ لگے، مُطبقہ کے علاوہ بقیہ تمام حروف مُنفتحہ ہیں جیسے فَاصْبِر کی با۔

۹۔ اذلاق : جن حروف میں یہ صفت پائی جاتی ہے ان کو مُذلِقہ کہتے ہیں۔اس صفت کا مطلب یہ ہے کہ یہ حروف زبان اور ہونٹ کے کنارے سے بُہت ہی سہولت کے ساتھ جلدی ادا ہو جاتے ہیں۔اور ایسے حروف چھ ہیں، جنکا مجموعہ یہ ہے۔ فِرَّ مِنْ لُبِّ (بھاگ عقل سے)،

ان میں یہ حروف فا . م . ب شفویہ ہیں۔اور یہ ہونٹ کے کنارے سے ادا ہوتے ہیں،اور را . ن . ل زبان کے کنارے سے ادا ہوتے ہیں۔جیسے مَا لک کی م۔

۱۰۔ اصمات : جن حروف میں یہ صفت پائی جاتی ہے،اُن کو مُصمتہ کہتے ہیں۔اس صفت کا مطلب یہ ہے کہ یہ حروف اپنے مخرج سے مضبوطی اور جماؤ کے ساتھ ادا ہوتے ہیں۔آسانی اور جلدی سے ادا نہیں ہوتے۔مذلقہ کے علاوہ تمام حروف مُصمتہ کہلاتے ہیں۔جیسے مـاَلِک کا کاف۔ ایسے حروف ۲۳ ہیں،جن کا مجموعہ جُزْ غَشّ ساَخِطِ صَدَّ ثِقَةٍ اِذْ وَعْظُهٗ یَحضُّکَ ہے، ترجمہ اس غصہ کرنے والے کے دھوکے سے درگزر کر جو نیک آدمی کو روکے کیونکہ اصلی نصیحت تجھے خیر پر آمادہ کرے گی۔

صفاتِ لازمہ غیر متضادہ : جاننا چاہئے کہ صفتِ مُتضادہ سے کوئی بھی حرف بچا نہیں ہے۔ہر ایک صفت میں تقابل وتخالف کے ساتھ حروف شامل ہیں۔اور صفات غیر مُتضادہ صرف بعض حروف میں ہی ہونگی،بعض میں نہیں،آئندہ صفحات میں آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

۱۱۔ صفیر : اس صفت کا مطلب یہ ہے کہ حروف کی ادائیگی کے وقت ایک تیز آواز سیٹی اسی طرح نکلتی ہے۔یہ صفت صرف تین حروف میں پائی جاتی ہے،اور وہ یہ ہیں زَ. سَ.صَ۔

۱۲۔ قلقلہ : جن حروف میں یہ صفت پائے جاتی ہے، ان کو قلقلہ کہتے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ حالتِ سکون میں ان حروف کے ادا کرتے وقت آواز مخرج میں دوبارہ پلٹ کر آتی ہے،جس سے مخرج میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ایسے حروف پانچ ہیں۔ق۔ط۔ب۔ج۔د، جنکا مجموعہ قُطْبُ جَدٍ ہے۔(مدار بزرگی) قلقل بوتل میں سے پانی انڈیلنے کی آواز کو کہتے ہیں۔چونکہ بوتل کا مُنہ تنگ اور اندرون کشادہ ہونے کی بناء پر پانی گرتے وقت دباؤ پیچھے کی طرف جاتا ہے، جسکی وجہ سے پانی گرتے وقت ایک آواز پیدا ہوتی ہے۔اسی طرح ان حروف کی ادائیگی کے وقت آواز مخرج میں دوبارہ پلٹ کر جاتی ہے۔چونکہ حروفِ قلقلہ سب کے سب مجہورہ شدیدہ ہیں۔اسلئے ان کی ادائیگی میں ایک عضو کا دوسرے عضو کے ساتھ الصاق سختی اور قوت کے ساتھ ہونا ظاہر ہے۔اور پھر جب

الصاق قوت کے ساتھ ہوگا تو ظاہر ہے کہ اس الصاق کے بعد جو انفصال ہوگا اسمیں بھی قوت اور سختی ہوگی۔ پس اگر آواز قوی اور بلند نہ ہوگی تو قلقلہ صحیح ادا نہ ہوگا، طلبہ اس کا خیال رکھیں یہ غلطی عام ہے۔ ق میں قلقلہ کرنا واجب ہے اور بقیہ چار حروف میں اختلاف ہے۔ لیکن راجح یہی ہے کہ قلقلہ کرنا ضروری ہے۔ البتہ دوسرے حروف کی بنسبت ق میں اکمل ہے۔

۱۳۔ **لین** : جن حروف میں یہ صفت پائی جاتی ہے ان کو حروف لین کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ انکو مخرج سے ایسی نرمی کے ساتھ ادا کیا جانا چاہیئے، کہ اگر کوئی ان پر مد کرنا چاہے تو کر سکے۔ ایسے حروف صرف دو ہیں۔ واؤ ساکن جب کہ اس کے ماقبل حرف پر فتحہ ہو (زبر) اور یائے ساکن جب کہ اس کے ماقبل حرف پر فتحہ ہو (زبر) جیسے خَــوْفُ ۔ صَيْفُ ۔ غَيْــبُ ۔ سَوْفَ ۔ سَيْفَ ۔

۱۴۔ **انحراف** : یہ صفت دو حروف میں پائی جاتی ہے۔ لام اور راء میں۔ ان کو مُنحرفہ کہتے ہیں۔ اس صفت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ادا کے وقت لام میں کنارۂ زبان کی طرف اور راء میں کچھ پُشتِ زبان کی طرف اور کچھ لام کے مخرج کی طرف میلان پایا جاتا ہے۔

۱۵۔ **تکریر** : یہ صفت صرف حرفِ را میں پائی جاتی ہے۔ اس صفت کا مطلب یہ ہے کہ راء کے ادا کرتے وقت زبان میں ایک طرح کا رعشہ (لرزہ) طاری ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے زبان میں تکرار کی مُشابہت ہو جاتی ہے، جبکہ تکرار کو ظاہر ہرگز نہ کرنا چاہیئے، حتی الوسع احتراز ہو۔ اگر چہ راء پر تشدید ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ مشدّدہ راء بھی حکم میں ایک راء کے ہوتی ہے۔ تکرار حقیقی سے بچنے کا طریقہ علمائے مجوّدین نے یہ بیان کیا ہے۔ قاری راء کو ادا کرتے وقت سرا زبان کو تالو کے ساتھ مضبوطی سے اس طرح چمٹالے کہ زبان لرزنے نہ پائے۔

۱۶۔ **تفشی** : یہ صفت صرف ایک حرف شین میں پائی جاتی ہے، مطلب یہ ہے کہ شین کی ادائیگی کے وقت مُنہ کے اندر آواز پھیل جاتی ہے۔

۱۷۔ **استطالت** : یہ صفت صرف ضاد میں پائی جاتی ہے، مطلب یہ ہے کی اسکی ادا میں

شروع مخرج سے آخر مخرج تک آواز میں امتداد رهتا ہے چونکہ مخرج میں طول ہے اور پورے مخرج میں آواز جاری رہنے کی وجہ سے آواز طول اختیار کر جاتی ہے۔

سوال: ممکن ہے کہ بعض حضرات کو یہ شبہ پیدا ہو کہ جن حروف میں یہ آخری صفات نہیں پائی جاتی ہیں۔اُن میں ان صفات کی اضداد کو تسلیم کیا جائے؟

جواب: صفاتِ متضادہ میں سے ہر صفت کا نام مذکور ہے اور صفاتِ متضادہ میں سے ہر صفت کسی نہ کسی حرف پر صادق بھی آتی ہے۔لیکن صفات غیر متضادہ میں ضد کا الگ سے کوئی نام مذکور نہیں ہے، اور اِسی پر تمام امت کے قرّاءِ کرام کا تعامل بھی ہے، اسلئے ان صفات غیر متضادہ کی اضداد کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے۔(مفہوم از اجمال القران)

تنبیه: مخارج اور صفت حروف کو کتاب میں دیکھ کر اور یاد کر کے اپنے آپ کو صحیح قرآن پڑھنے والا باور نہ کرے۔ بلکہ ماھر ومشّاق قارئ قرآن سے ادائیگی سیکھنا لابُدی ہے، اسلئے کہ علم قرأت وتجوید کو علم حالی وکیفی فرمایا گیا ہے۔ جب تک استاذ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے ادائے گی اور کیفیت ادا کا بچشمِ سر مشاہدہ نہ کریگا، تب تک قطعاً مہارت تامہ حاصل نہ ھو سکے گی، کیونکہ جملہ مخارج حروف وصفات مُشاہدہ عینی سے مُتعلق ہیں، بلکہ صفاتِ عارضہ مُحسنہ بھی قاری کی حالتِ ادا کو دیکھ کر ہی صحیح طور ادا کی جاسکتی ھیں، صفاتِ لازمہ ذاتیہ کے بارے میں گزشتہ صفحات میں تحریر کیا ھے، کہ صفت ذاتیہ ولازمہ وہ صفت ہے، کہ اگر وہ ادا نہ ہو تو حرف باقی نہ رہے۔ جیسے تا۔طا۔س۔ص وغیرہ۔ یہ حرف کا باقی نہ رھنا، تین طرح پر ہے۔ (۱) حرف کی ذاتی صفت ادا نہ ہونے سے دوسرا حرف بن جائے، جیسے ث کی جگہ س، ذ۔کی جگہ زا، ج۔کی جگہ ھ، ۔ع کی جگہ ء ۔ (۲) یہ کہ رہے تو وہی حرف پر اسمیں کچھ حد تک کمی اور نقص آجائے، جیسے ق، ک۔ (۳) تیسرے یہ کہ وہ عربی حرف ہی نہ رہے۔ بلکہ کوئی اور ہی مُخترع حرف بن جاوے۔ جیسے فا سے پھا۔ خا سے کھا، غین سے گین، ضاد سے ذال۔ زا۔ زواد۔ان تینوں صورتوں میں چونکہ حرف ہی بدل جاتا ہے، لہذا حرف کی تبدیلی معنی کی تبدیلی کو مُستلزم ہے، اور معنی کی تبدیلی سے نماز میں فساد لازم ہے، جب کبھی بھی ایسی صورت پیش آجائے، تو محقق عالم

سے مسئلہ دریافت کرنا ضروری ہے۔ کہ آیا نماز میں کس حدتک فساد آیا ہے، مئوخرالذکر صورت ناگفتہ بہ اور انتہائی نازک ہے، کیونکہ وادی کشمیر میں تینوں حروف کو اسی طرح ادا کرتے ھیں، اور تجربہ سے معلوم ہے۔ کہ خوب محنت اور توجہ کر کے بمشکل یہ حروف درست ہو پاتے ھیں، اساتذۂ تجوید ان حروف کو سہل سمجھ کر طلباء سے توجہ نہ ھٹائیں، وادی میں تمام حروف پر عموماً، اور ان تین حروف پر خصوصاً توجہ مبذول رھے۔ فنِ تجوید میں صفتِ ذاتیہ میں لوگ زیادہ خاطی ہیں، اصل مقصود اُن ہی سے بچنا ہے، اور صفتِ محسنہ کا دوسرا درجہ ہے۔

تقسیم حروف باعتبار ضعف وقوت:

صفات متضادہ میں صرف چار صفتیں قوی ہیں،

۱) جہر ۲) شدتؔ ۳) استعلاء ۴) اطباق،

اور باقی ضعیف ہیں۔ اور صفاتِ غیر متضادہ تمام قوی ہیں، تو حرف میں جتنی صفاتِ قویہ ہونگی اتنا ہی وہ حرف قوی ھوگا، اور جتنی صفتیں ضعیف ہونگی، اتنا ہی وہ حرف ضعیف ھوگا، چنانچہ حروف کی باعتبارِ ضعف وقوی پانچ قسمیں ہیں۔

		مجموعہ
اقوٰی حروف	ط ض ظ ق	ضَقْ ، طظ
قوی حروف	ج، د، ص، غ، ر، ز	صَدُغَ ، رِجْزٌ
متوسط حروف	ب، تَ، ع، ذ، ء، ک، خ	عَذَّبُتُ اَخَاکَ
اضعف حروف	ث، ح، ن، م، ف، ھ	فَمَنْ ، حَثَّہٗ
ضعیف حروف	س، ش، ل، و، ی	لِیُشَوِّسُ

گـــزارش: ۔ طلبائے کرام سے گذارش ہے کہ گذشتہ صفحات میں دائرہ مخارج حروف مع صفات (نرم و پُر و باریک) بھی مرُتب کر کے شامل کتاب کیا ہے۔ اُس سے حروف کے مخارج اور صفات حروف (پُر اور باریک) کی معرفت بخوبی حاصل ہو جائے گی، اب جملہ صفات حروف کا جدول تحریر کئے

دیتا ہوں تا کہ ہر حرف کا مخرج وصفت معلوم کر کے تمام صفات کے ساتھ ادا ئیگی ہو، فنِّ تجوید کا لب لباب یہی ہے۔اسمیں دماغی صلاحیت کو بروئے کار لائیے! کیونکہ یہ باب اہم بھی ہے، اور اصعبُ بھی، طلباء تمام صفات حروف کو ذہن میں رکھ کر اُس حرف کی اسکے صفات کے ساتھ مشق کرنے کی عادت بنائیں۔مثلاً صاد کے خانہ میں یہ پانچ صفات مندرج ہیں۔ہمس . رخاوت . استعلاء . اطباق اور صفیر۔تو ہمس کی وجہ سے اسکی آواز پست ہوگی، اور رخاوت کی وجہ سے نرم۔اور سانس وآواز ھر دو جاری ہی رکھیں گے۔ نیز استعلاء اور اطباق کی وجہ سے یہ خوب پُر ہوگا، اور صفیر یہ ہونے کی وجہ سے ادائے گی میں ایک تیز آواز مثلِ سیٹی کے پیدا ہوگی، ایسے ہی ھر حرف کو الف سے یا تک تمام صفات میں غور کر کے ادا کرنے کی مشق کریں، ایسا کرنے سے انشاء اللہ المُستُعان فنِ تجوید کے اس اھم باب میں کمال تفوق حاصل ہوگا۔

حروف کی صفات لازمه کا جدول

نمبر شمار	حروف	صفاتِ لازمه
۱	ا	مجہورہ، رخوہ، مُستفل، منفتحہ، مُصمِتہ
۲	ب	مجہورہ، شدیدہ، مُستفل، مذلقہ، منفتحہ، قلقلہ
۳	ت	مہموسہ، شدیدہ، مُستفل، مُنفتح، مُصمِتہ
۴	ث	مہموسہ، رخوہ، مُستفل، مُنفتح، مُصمِتہ
۵	ج	مجہورہ، شدیدہ، مُستفل، مُنفتح، مُصمِتہ، قلقلہ
۶	ح	مہموسہ، رخوہ، مُستفل، مُنفتح، مُصمِتہ
۷	خ	مہموسہ، رخوہ، مُستعلیہ، مُنفتح، مُصمِتہ
۸	د	مجہورہ، شدیدہ، مُستفل، مُنفتح، مُصمِتہ، قلقلہ
۹	ذ	مجہورہ، رخوہ، مستفل، مُنفتح، مُصمِتہ

۱۰	ر	مجہورہ، متوسطہ، مُستفل، مُنفتح، منحرفہ، مذلقہ، مکررہ،
۱۱	ز	مجہورہ، رخوہ، مُستفل، مُنفتح، مُصمِتہ، صفیر
۱۲	س	مہموسہ، رخوہ، مُستفل، مُنفتح، مُصمِتہ، صفیر
۱۳	ش	مہموسہ، رخوہ، مُستفل، مُنفتح، مُصمِتہ، تفشّی
۱۴	ص	مہموسہ، رخوہ، مستعلیہ، منفتح، مُصمِتہ، صفیر
۱۵	ض	مجہورہ، رخوہ، مُستعلیہ، مُطبقہ، مُصمِتہ، مُستطیل
۱۶	ط	مجہورہ، شدیدہ، مُستعلیہ، مطبق، مُصمِتہ، قلقلہ
۱۷	ظ	مجہورہ، رخوہ، مُستعلیہ، مطبق، مُصمِتہ
۱۸	ع	مجہورہ، متوسطہ، مُستفلہ، مُنفتح، مُصمِتہ
۱۹	غ	مجہورہ، رخوہ، مُستعلیہ، مُنفتح، مُصمِتہ
۲۰	ف	مہموسہ، رخوہ، مُستفل، مُنفتح، مذلقہ
۲۱	ق	مجہورہ، شدیدہ، مُستعلیہ، منفتحہ، مُصمِتہ، قلقلہ
۲۲	ک	مہموسہ، شدیدہ، مُستفل، مُنفتح، مُصمِتہ
۲۳	ل	مجہورہ، مُتوسطہ، مُستفل، مُنفتح، مذلقہ،
۲۴	م	مجہورہ، متوسطہ، مُستفل، مُنفتح، مذلقہ
۲۵	ن	مجہورہ، متوسطہ، مُستفل، مُنفتح، مذلقہ
۲۶	و	مجہورہ، رخوہ، مُستفل، مُنفتح، مُصمِتہ
۲۷	ھ	مہموسہ، رخوہ، مُستفل، مُنفتح، مُصمِتہ
۲۸	ء	مجہورہ، شدیدہ، مُستفل، مُنفتح، مُصمِتہ
۲۹	ی	مجہورہ، رخوہ، مُستفل، مُنفتح، مُصمِتہ

تنبیہ: طلباء کو چاہئے کہ تمام صفاتِ متضادہ کو اپنے استاذ سے سمجھ کر پڑھیں، ہر حروف میں صفات متضادّہ میں سے پانچ صفات کا پایا جانا ضروری ہے۔ اور غیر متضادّہ میں سے دو صفت سے زیادہ کسی حرف میں نہیں پائی گئی ہیں، اس طریقے سے حروف کی تین قسمیں ہوگئی ہیں۔

۱۔ پانچ صفتوں والے حروف اور وہ پندرہ ہیں، جو فحثّہُ خَكَتَ اَمنُعَ ذ اظَغَ میں جمع ہیں۔

۲۔ چھ صفات والے حروف تیرہ ہیں جنکا مجموعہ زسَصُ شَلُ وَیضَ قُطبُ جَدٍ ہے۔

۳۔ سات صفات والا حرف صرف راء ہے۔

مُتحد المخرج حروف میں معرفت اور باہمی جُدائی صفت کے ذریعہ ہی ہوگی، اور جب صفت میں مُتحد ہوں گے تو مخرج کے ذریعہ امتیاز واقع ہوجائے گا، ایسے حروف نو ہیں ث، ح، ہ، ت، ک، ن، م، ج، د، یہ صفاتِ لازمہ میں ایک ساتھ ہیں لیکن مخرج ہر ایک کا علاحدہ ہے۔

صفات عارضہ

اخی المکرّم ! ابھی تک حروف کے مخارج مع صفات ومتعلقاتِ حروف کو معرض تحریر میں لانے کی سعی کی گی ہے، جو علم تجوید کا اہم اور لازمی جزء ہے، صفحات گذشتہ پر مخارج وصفات لازمہ کو تفصیلی طور نہایت ہی سہل طریق پر قارئین کی نذر کیا ہے۔ یہ تمام تحریر کی گئی صفات اپنے اپنے مقام کے اعتبار سے ادائے گی حروف میں جز ولا ینفک کی حیثیت رکھتی ہیں، اور اب وہ صفات بیان کی جارہی ہیں۔ جو چند حروف میں مختلف احوال وکیفیات کے ساتھ پائی جاتی ہیں، چنانچہ جن حروف میں یہ صفات پائی جاتی ہیں وہ صرف آٹھ ہیں ۱۔ ل ۲۔ ر ۳۔ م ساکن ومشدد ۴۔ن ساکن ومشدد، اور ن ساکن میں تنوین بھی داخل ہے۔ اگر چہ تنوین کو ن ساکن کی شکل میں تحریر نہیں کیا جاتا ہے، لیکن پڑھنے میں اسکی آواز ن ساکن ہی کی بنتی اً۔ اَنْ، بً۔ بَنْ، تً۔ تَنْ وغیرہ ۵۔الف

جسکے ماقبل زبر ہی ہوتا ہے۔ ۶۔واؤ ساکن جب کہ اس کے پہلے پیش ہو۔ ۷۔یاء ساکن جبکہ اس سے پہلے زیر یا زبر ہو ۸۔ھمزہ، انکا مجموعہ اَوُیَــرُ مَــلان بنتا ہے۔ان حروف کی صفات مذکورہ کے سیکھنے میں استاد کی موجودگی اور رہبری لازمی ہے۔اخفاء۔ادغام،غنہ پُر باریک، کو جب تک استاد کی آواز میں متعلم سنے اور دیکھے گا نہیں، تب تک ان صفات میں مہارت تامہ حاصل ہو جانی غیر ممکن ہے،ان آٹھوں حروف کے قواعد الگ الگ تحریر کئے جائیں گے۔خوب غور اور شوق وذوق اور محبت قران کریم میں سرشار ہو کر ڈھنگ سے سیکھئے اور صاف ستھری تلاوت کر کے رضائے حق حاصل کیجئے! کیونکہ قران کریم، زبان حال وقال سے چیخ چیخ کے یہ کہہ رہا ہے کہ اے دنیا کے مسلمانو !اور بالخصوص وادی کشمیر کے غیور مسلمانو! میں کب تک بے تو جہی بے اعتنائی بے مُروّتی اور بے ڈھنگی تلاوت کا رونا روتا رہوں گا۔اے نئی نسل کے نو جوانو! خدارا میری تلاوت کے قواعد وضوابط کو صحیح طریقے سے سیکھ کر میرا حق تلاوت ادا کیجئے۔اور خدا کے ہاں سرخروئی کا تمغہ حاصل کیجئے۔

لا م اللّٰہ کا قاعدہ:۔

لام اللہ کی دو حالتیں ہیں ۱۔پر ۲۔باریک۔ لام اللہ کے ماقبل حروف پر اگر زبر یا پیش ہو تو لام اللہ کو پُر پڑھا جائے،جیسے رَسُوْلُ اللّٰہ ، رَفَعَہُ اللّٰہُ۔ وَاللّٰہِ۔ اِنَّ اللّٰہَ اور اگر لام اللّٰہ کے ماقبل حرف کے نیچے زیر ہو تو لام اللہ کو باریک پڑھا جائے۔جیسے فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ ۔ لفظ اللّٰھُمَّ کے لام کا بھی حکم یہی ہے، اللّٰھُم اور لام اللہ کے علاوہ بقیہ جتنے بھی لام آئینگے وہ سب کے سب ہر حال میں باریک ہی پڑھے جائیں۔جیسے مَاوَلّٰھُمْ عَنْ قِبلَتِھِمُ الَّتِیْ ماَلَہٗ،یہ قاعدہ (لفظ اللہ کے دوسرے لام جس پر تشدید لگی ہوئی ہے،اسکا ہے)۔

راء کے قواعد:۔

راء کے دو حال ہیں ۱۔متحرک ہوگی ۲۔ساکن ہوگی۔

اگر راء متحرک ہو تو زبر اور پیش کی حالت میں راء پُر پڑھی جائی گی۔جیسے رَعْدٌ۔ اَبصَارَھُم حَزَرَ۔ رُبَمَا کَفرُوْا انصرُ اللّٰہِ اور اگر راء کے نیچے زیر ہو تو راء باریک پڑھی جائے گی۔

جیسے رِجَالُ، اَبۡصَارِ ھِمۡ، مَعَ العُسۡرِ۔

۲۔ جس راء پر جزم ہو اس کو ساکن کہتے ہیں۔اگر راء ساکن کے ماقبل حرف پر زبر یا پیش ہو تو راء ساکن پُر پڑھی جائیگی۔جیسے بَرۡقٌ، ذِی الۡعَرۡشِ۔ یُرۡزَقُوۡنَ۔ کُرۡھٗ، تُکۡمُ۔اور اگر راء ساکن کے ماقبل حرف کے نیچے زیر ہو تو راء باریک پڑھی جائے گی۔جیسے فِرۡعَوۡنَ شِرۡعَۃٌ۔

راء کے باریک ہونے کی شرطیں :۔

راء ساکن کے ماقبل حرف کے نیچے زیر ہونے کی صورت میں راء کے باریک پڑھنے کی تین شرطیں ہیں۔ ۱) راء ساکن کے ماقبل حرف کے نیچے زیر اصلی ہو عارضی نہ ہو، اگر زیر عارضی ہوگی تو راء پُر پڑھی جائیگی۔جیسے اِرۡجِعِیۡٓ اِلٰی رَبِّکِ۔ اِرۡجِعُوۡٓا اِلٰیٓ اَبِیۡکُم۔زیر اصلی وہ ہے جو کلمہ پر وقف اور وصل دونوں صورتوں میں موجود رہے، اور زیر عارضی وہ ہے، جو وقف کی حالت میں موجود رہے، اور وصل کی حالت میں گر جائے۔ ہر دو مثال مذکورہ سے ماقبل پر اگر وقف کیا جائے تو الف کو زیر کی حرکت دے کر ھمزہ تصور کیا جائے گا۔اور اگر ماقبل کو مابعد کے ساتھ وصل ہو تو زیر ساقط ہو جائے گی۔ یہ صورت قرآن کریم میں جہاں جہاں بھی واقع ہوگی تو ماقبل کے کلمہ پر وقف کی صورت میں مابعد کی راء کو پُر ہی پڑھا جائے گا۔ ۲) راساکن اور زیر دونوں ایک ہی کلمہ میں جمع ہوں، اگر دو کلموں میں جمع ہوں گی، تو راء ساکن پُر پڑھی گائیگی جیسے رَبِّ ارۡجِعُوۡنِ۔ اَمِ ارۡتَابُوۡ۔ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ ۔تینوں مثالوں میں راء ساکن کے ماقبل کی زیر والا کلمہ علیحدہ ہے۔ ۳) راء ساکن کے بعد اسی کلمہ میں حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف نہ ہو(جنکا مجموعہ خُصَّ ضَغۡطٍ قِظۡ ہے) اگر راء ساکن کے بعد ان سات حروف میں سے کوئی بھی حرف کلمہ واحدہ میں پایا جائے تو راء پُر ہوگی، (باریک نہیں پڑھی جائیگی)اس کی کل پانچ مثالیں بروایت امام حفصؒ پورے قران کریم میں ملتی ہیں۔(بقیہ مقامات پر ائمہءتجوید میں اختلاف ہے۔جیسے اِرۡصَادٌ ۔ مِرۡصَادَ۔ لَبِا الۡمِرۡصَادُ۔ قِرۡطَاسِ ۔ فِرۡقَۃٌ۔

وضاحت : اس تیسری شرط کے مطابق کُلُّ فِرقٍ کی راءکوبھی پُر پڑھنا چاہیے۔لیکن بعض قُرّ اء نے قاف کے نیچے کسرہ ہونے کی وجہ سے باریک پڑھا ہے، دونوں صورت جائز ہیں۔ کیونکہ بعض قراء کے نزدیک یہ قاعدہ ہے کہ جب راء ساکن کسرتین کے درمیان آجائے،اور ماقبل کا کسرہ عارضی یا ماقبل کے کلمہ کا نہ ہوتو راءکو باریک پڑھنا چاہیے،اس بناء پر جوقراء حضرات قاف کے مستعلیہ ہونے کا اعتبار کرتے ہیں وہ راءکو پُر پڑھتے ہیں، اور جوقراء حضرات دونوں کسروں کے درمیان راء کے آجانے کا اعتبار کرتے ہیں، وہ راکو باریک پڑھتے ہیں۔ نیز تیسری شرط میں یہ قید لکھی گئی ہے کہ راء ساکن کے بعد حروف مستعلیہ اسی کلمہ میں ہو، یہ قیداس لئے لگائی گئی ہے کہ اگرراء ساکن کے بعد حروف مستعلیہ دوسرے کلمہ کے شروع میں ہوتو اس کا اثر راء پرنہیں پڑے گا، کیونکہ راء ساکن کا تعلق کلمہ اول سے ہے۔لہذالفظ اَنذِرْ قَومَکَ . فَاصْبِرْ صَبْراً ، جیسے کلمات کی راکو باریک ہی پڑھا جائے گا۔

راء کے ماقبل ساکن غیر یا ہو(یا کے علاوہ کوئی اورحرف)اوراس کے ماقبل حرف پرزبر یاپیش ہوتو اس راءکوبحالت وقف پُرپڑھاجائے گا جیسے وَالْعصْرِ ٥ وَالْفجْرِ ٥ قدْرِ٥ يُسْرٌ، ٥ اور اگرایسی راء کے ماقبل حرف کے نیچے زیر ہوتو راءکو باریک پڑھا جائے جیسے ذِي الـذِ كْـرِ ٥ حِجْرِ٥ اس قاعدہ کےموافق لفظ مِصْرَ اورلفظ عَيْنَ الْقِطْرِ کی راءکوبحالت وقف باریک پڑھنا چاہئے تھا، کیونکہ بحالت وقف راء ساکن ہورہی ہےاوراس کا ماقبل بھی ساکن اور ماقبل کے ماقبل کے نیچے ہردولفظ میں کسرہ آرہا ہے۔لیکن بعض قراء نے اس کوپُر اور باریک دونوں طرح پڑھنا جائزلکھا ہے۔حضرت حکیم الامتؒ نے جمال القران میں تحریرفرمایا ہے کہ بہتر ہے، راء پر جوحرکت ہواس کا اعتبارکرلیا جائے۔اس بناپرلفظ مصر کی رامفتوحہ ہے۔لہذاپُر پڑھنااولیٰ ہےاورلفظ عَيْنَ الْقِطْرِ کی راءمکسورہ ہے، لہذااس سے باریک پڑھنا اولیٰ ہے۔ اس قاعدہ مذکورہ کی بناپرسورۃ والفجر میں اِذا يَسْــــرِ کی راءجب موقوفہ بنےتوراءکوپُر پڑھنا چاہیے۔لیکن بعض قراءحضرات نے اس کے باریک پڑھنے کواولیٰ لکھا ہے۔جبکہ باریک پڑھنے کی روایت ضعیف ہے۔قوی کو چھوڑ کرضعیف پر

بلاوجہ عمل کرنا بہتر نہیں ہے۔ جبکہ قوی پر عمل کرنا دشوار نہ ہو، فلہٰذا یہ راء بھی بحالت وقف پُر پڑھی جائیگی۔

را ساکن اور اسکے ماقبل حرف ساکن یا ہو۔ اور اس یا کے ماقبل حرف پر اگر زبر پیش ہو تو وہ را بھی بحالت وقف باریک پڑھی جائے گی (متفق علیہ) جیسے۔ خَیْرُ ۝ بَصِیْرُ ۝ نَزِیْرُ ۝ را مرامہ مضمومہ پر ہوگی، جیسے، مُنْتَصِرُ ۝ اور مکسورہ باریک ہوگی جیسے حِجْرِ ۝ روم وقف کی ایک قسم ہے، جسمیں حرف کے ساکن کرتے وقت حرکت کو آہستہ آواز سے ادا کرنا ہوتا ہے۔ جس کو صرف قریب کا متوجہ آدمی سن سکے، اور یہ وقف بالروم ضمہ اور کسرہ ہی میں ہوتا ہے۔ فتحہ میں اکثر قرّ اء کے نزدیک روم جائز نہیں ہے۔ اکثر وقف کرتے ہوئے کلمہ موقوفہ بالکل ساکن بن جاتا ہے۔ لیکن اگر طریق مذکورہ پر یعنی حرکت کے معمولی اظہار پر وقف کیا جائے، تو اس صورت میں را کی اپنی ذاتی حرکت کا اعتبار ہوگا۔

را مشدد حکماً ایک ہی را ہوتی ہے۔ زبر اور پیش کی حالت میں پر ہوگی جیسے سِرًّا سِرُّ، اور زیر کی حالت میں باریک ہوگی جیسے دُرِّیٌّ، اگر را مشددہ پر وقف کیا جائے تو پھر دوسری را پہلی کے تابع رہے گی۔ جیسے۔ مُسْتَقَرٌّ، مُسْتَمِرٌّ، کیونکہ را موقوفہ مشددہ راء ساکنہ کے حکم میں ہے۔ ماقبل کی حرکت کے کا اعتبار ہوگا۔

را امالہ کا حکم :

را امالہ باریک ہوگی جیسے۔ بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖیھَا۔ الف کو یا کی طرف اور زبر کو زیر کی طرف مائل کر کے پڑھنے کو امالہ کہتے ہیں۔ امالہ کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ امالہ صُغْرٰی ۲۔ امالہ کُبرٰی۔ حضرت امام حفصؒ کی روایت میں امالہ صغرٰی پورے قران کریم میں کہیں نہیں ہے، اور امالہ کبرٰی پورے قران کریم میں صرف لفظ مَجْرٖیھَا میں ہے۔

م ساکن اور م مشدد کا قاعدہ:۔

م اگر مشدد ہو تو اس میں غنہ ضروری ہے، ناک میں آواز لے جا کر ایک الف کی مقدار میں غنغنا کر

پڑھنے کوغنہ کہتے ہیں جیسے لَمَّا۔ عَمّ۔ ثَمّ م ساکن کے تین حال ہیں، یعنی م ساکن کے تین حکم ہیں۔ا۔ادغام ۲۔اخفاء ۳۔اظہار۔ م ساکن کے بعد اگر دوسری م آ جائے تو ادغام مع الغنہ ہوگا، جیسے اَمْ مَّنْ ۔مدغم اور مدغم فیہ کے اعتبار سے ادغام کی دو قسمیں بنتی ہیں۔ادغام صغیر، اور ادغام کبیر،حرف مدغمّ (جسکا ادغام کیا گیا ہو) پہلے سے ساکن ہو اور حرف مدغم فیہ (جس حرف میں ادغام کیا گیا ہو) متحرک ہو۔جب ان دونوں کا ادغام ہو تو اس کو ادغام صغیر کہتے ہیں اور اگر حرف مدغم پہلے سے ساکن نہیں تھا بلکہ اسکو ساکن بنا کر مدغم فیہ میں ادغام کیا ہو، تو اسکو ادغام کبیر کہتے ہیں۔حضرت امام حفصؒ کی روایت میں ادغام کبیر پورے قرآن میں کہیں بھی ثابت نہیں ہے اور ادغام صغیر کی مثال مذکورہ بھی ہے، اور اس کے علاوہ جگہ جگہ قران کریم میں درج ہے۔البتہ قرٗاءِ سبعہ میں سے حضرت ابوعمر بصریؒ کی قرأت میں ادغام کبیر قران کریم میں ضروری مقامات پر موجود ہے۔جیسے۔مَا سَلَكَكُمْ میں، دونوں کاف کو ادغام کر کے پڑھتے ہیں اور اس طرح پڑھتے ہیں۔مَا سَلَكّكُم مزید تفصیل قواعد ادغام ہی میں آئے گی۔

۲۔م ساکن کے بعد اگر با آ جائے تو اخفاء ہوگا، اور اس اخفاء کا مطلب یہ ہے کہ م کو ادا کرتے وقت دونوں ہونٹوں کی خشکی کے ساتھ ملا کر صفت غنہ کو ایک الف کی مقدار میں بڑھا کر خیشوم سے ادا کیا جائے، اور پھر با کو دونوں ہونٹوں کی تری کو ملا کر ادا کیا جائے، جیسے۔وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللّٰہ۔ اَمْ بِہٖ۔یعنی م کا اخفاء کرتے وقت تین مخارج کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، دونوں ہونٹوں کی خشکی کا م میں ، دونوں ہونٹوں کی تری کا با میں، اور خیشوم کا غنہ میں، اس کو اخفاء شفوی کہتے ہیں۔

۳۔اظہار م ساکن کے بعد دوسری م اور با کے علاوہ کوئی بھی حرف آ جاوے تو اظہار ہوگا، خصوصاً جبکہ م ساکن کے بعد واوٗ یا فا آ جائے، جیسے۔كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۔ عَلَيْهِمْ، وَلَا الضَّالِّيْنَ۔اسکو اظہار شفوی کہتے ہیں۔

حروفان بوف کا قاعدہ:۔

بوف :۔ تین حروف با واوٗ اور فا کا مجموعہ ہے۔ان تینوں حروف کی ادائیگی میں عوام الناس بالخصوص

وادی کشمیر کے لوگ عجیب غلطی میں مبتلا ہیں۔ بلکہ بعض وہ طلباء جو چند روز کسی مدرسے میں رہ کر راہِ فرار اختیار کرتے ہیں، وہ چونکہ قدرے معروف طریقہ پر حروف کی ادائیگی کو محسوس کر لیتے ہیں۔ لیکن صحیح طور مشق حروف کی نہ ہونے کی وجہ سے اس انداز پر پڑھتے ہیں، کہ بعض حروف کی آواز ہی مشتبہ ہو کر رہ جاتی ہے، ایسے بڑے طلباء کو جن کے پاس وقت کی قلت ہو، کم از کم چھ ماہ کا عرصہ کسی ماہر مشاق قاری القران کے پاس گزارنا لازمی ہے، تا کہ وہ دیگر قواعد کا فہم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ کم از کم مشتبہُ الصوت، قریب المخرج، اور مُتحد المخرج، حروف کی آواز کو سمجھ سکیں۔ مثلاً باء کی ادائیگی میں عموماً یہ غلطی ہو جاتی ہے کہ ہونٹوں کی تری والے حصے کو ملانے کے بجائے خشکی والے حصے کو ملا لیتے ہیں۔ جس کی بنا پر با کے ساتھ فارسی حرف (پا) کی آمیزش ہو جاتی ہے، جو معیوب تو ہے ہی لیکن تبدیلی حرف کو بھی مستلزم ہے۔

فاء کے متعلق تو یہ قاعدہ ہے کہ نیچے کے ہونٹ کی تری اوپر کے دانتوں (ثنایا علیا) کی نوک کے ساتھ نرمی سے لگا کر پڑھا جائے۔ ورنہ اگر تھوڑی سی شدت بھی پائی گئی تو فاء کی ادائیگی سے اک پھونکار پیدا ہو جائے گی، جس سے منہ کا تھوک سامنے والے کے اعضائے بدن پر پڑیگا، جو ہر دو صاحب کے لئے غیر موزون حرکت متصور ہوگی۔ اور اسکے ساتھ ساتھ رخسار بھی ھل جاتے ہیں، یہ دونوں باتیں فاء کی ادائیگی میں معیوب ہیں، پس نچلے ہونٹ کی تری کو اوپر کے دانتوں (ثنایا عُلیا) کے ساتھ نہایت نرمی سے ملایا جائے کیونکہ اسکا اثر رخسار پر پڑتا ہے (اگر غفلت رہی تو) واؤ کی ادائے گی میں یہ احتیاط ہونی چاہئے کہ دونوں ہونٹ ناقص ملیں، بعض لوگ نیچے کے ہونٹ کو اندر لے جا کر ثنایا علیا کی نوک کے نیچے دبا کر ادا کرتے ہیں اس سے بچنا نہایت ضروری ہے، واؤ پُر حرف نہیں ہے بلکہ بالکل باریک ہے ، البتہ ادائیگی چونکہ ہونٹوں کے ناتمام ملنے سے ہوتی ہے، اسلئے محسوس ہوتا ہے کہ پُر پڑھا گیا ہے، اور عام لوگ وہی کیفیت نقل کر لیتے ہیں، لہذا ہونٹوں کو غنچہ کی شکل دیکر باریک پڑھیں، اسکی ادائیگی بھی استاد کے سامنے حالتِ ادا دیکھ کر سیکھیں۔

ن ساکن اور تنوین کا قاعدہ :۔

جس ن پر جزم ہو اس کو ساکن کہتے ہیں ۔اسی طرح دوز بر دوز یر اور دو پیش کو عربی میں تنوین کہتے ہیں ۔ کیونکہ بنیادی طور تنوین ن ساکن ہی کا دوسرا نام ہے، اسکے اندر ن ساکن ہی مخفی ہے، عربی رسم الخط میں ہر دو کی اپنی الگ اہمیت وضرورت ہے، ورنہ تلفظ دونوں کا ایک ہے، جیسے اً اَنْ بٌ بَـــنْ تٌ تَـنْ ثٌ ثَـنْ مثال مذکورہ سے ظاہر ہو گیا ہے، کہ تنوین اور ن ساکن اگر چہ رسماً علاحدہ ہیں پر حکماً دونوں برابر ہیں، ن ساکن اور تنوین کے اعتبار سے حروف کی چار قسمیں ہیں، اظہار، ادغام، اقلاب، اخفاء۔

حروف اظہار چھ ہیں:۔ ء ھ ع ح غ خ ، ان کو حروف حلقی بھی کہتے ہیں، کہ یہ چھ حروف حلق سے ادا ہوتے ہیں، ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان چھ حروف حلقی میں سے کوئی بھی حرف آجائے تو اظہار ہوگا، یعنی ن ساکن اور تنوین کی آواز کو بالکل ظاہر کر کے پڑھیں گے، اس کو اظہار حلقی اور اظہار حقیقی کہتے ہیں، خواہ کلمہ واحد میں ہو یا الگ الگ دو کلموں میں یعنی پہلے کلمے کے آخر میں ن ساکن اور دوسرے کلمے کے شروع میں حرف حلقی، ن ساکن کی مثالیں جیسے، وَ انْـحَرْ ، . وَ الْمُنْخَنِقَةُ . اَنْـعَـمْـتَ . فَسَيُـنْـغِـضُـوْنَ . مَنْ اٰمَنَ . مِنْهُمْ ۔ تنوین کی مثالیں عَـلِيْـمٌ حَـكِيْـمٌ ۔ يَـوْمَـئِذٍ خَاشِعَةٌ . سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ . مِنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِـنٍ . اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ . جَنّٰتٍ هُمْ ۔ علمائے مجودین نے ن ساکن اور تنوین کے بعد حروف حلقیہ کے آنے پر اظہار کی دو وجہیں بیان فرمائیں (۱) ن کے مخرج اور حروف حلقیہ کے مخرج میں بُعد ہے (دوری) مخرج میں بُعد کی وجہ سے ادغام مُتعذر بن گیا، لہذا آسان صورت اظہار کی اختیار کی گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ حروف حلقیہ میں سب سے زیادہ اولیٰ واعلیٰ اظہار ہمزہ اور ہا ہی میں ہوتا ہے، کیونکہ ن کے مخرج سے ان دو کا مخرج دوسرے حروف کی نسبت زیادہ دوری پر ہے، کہ وہ اقصائے حلق سے ادا ہوتے ہیں ۔ ۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ تنوین اور ن ساکن کی ادائے گی میں دقت ودشواری نہیں ہے، اور حروف حلقیہ کی ادائے گی میں دقت اور دشواری پائے جاتی ہے، (دوسرے حروف کی

نسبت سے)اس لئے اس مقام کا تقاضا یہ ہے کہ اظہار ہو، اور دوحروف میں مخرج وصفت کے اعتبار سے جتنا بُعد ہوگا اتنا ہی اظہار اولیٰ وافضل ہے،(فاَفْهَمْ وَتاًّ مَّلْ)

ادغام کی بحث :۔

ادغام، ملانا یعنی ایک حرف کو دوسرے حرف میں ملا کر پڑھنا، ادغام کی بیشتر اقسام ہیں، لیکن حروفانِ ادغام کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں ۱؎ ادغام باغنہ ۲؎ ادغام بلا غنہ، حروفان ادغام کُل چھ ہیں، ی، ر، م، ل، و، ن ،جن کا مجموعہ یرملون بنتا ہے، ان میں سے ل اور ر میں ادغام بلاغنہ (بے غنہ) ہوگا، یعنی ن ساکن اور تنوین کے بعد اگر ل یا ر آجائیں تو ن کو اسکے مابعد کے حرف میں بدل کر دونوں کو ملا کر ایک کر کے پڑھیں، اور ن ساکن اور تنوین کی آواز بالکل نہیں نکلے گی ،صرف رسماً موجود رہے گا جیسے، مِنْ لَّدُنْ مِنْ رَّبِّهِمْ ، دیکھئے ل اور را کے ماقبل دونوں ن مرسوم ہیں، لیکن مقروء نہیں ہیں، هُدًى لِّلْمُتَقِيْنَ ۔ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔اور باقی چار حروف ی، ن، م، و، جنکا مجموعہ ینمو بنتا ہے، اور بعض کتب میں یومن لکھا ہے، ان چار حروف میں ادغام باغنہ (غنہ کے ساتھ) ہوگا، یعنی ن کی آواز کو ناک میں لے جا کر تھوڑی دیر غنغنا کر پڑھیں گے، اس غنے کی مقدار ایک الف ہے جیسے مَنْ يَّقُوْلُ . مِنْ نَّارٍ . مِنْ وَّالٍ. مِنْ مَّا مَّلَكُتْ . لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ . حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ . صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ . جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۔مسطورہ بالا قاعدہٴ ادغام کے لئے ایک شرط ہے، اور وہ یہ ہے کہ ن ساکن اور تنوین جو پہلے کلمے کے آخر میں اور حروف ادغام جو دوسرے کلمے کے شروع میں ہو، اگر ن ساکن اور حرف ادغام دونوں ایک ہی کلمے میں جمع ہوں تو ادغام نہ ہوگا بلکہ اظہار ہی ہوگا۔ اور اس کو اظہار مطلق اور اظہار بیان کہتے ہیں، قرآن کریم میں اس قاعدے کی صرف چار مثالیں پائی جاتی ہیں، مثلا دُنْيَا ۔ قِنْوَانٌ . صِنْوَانٌ . بُنْيَانٌ ۔

اقـــلاب:۔ ن ساکن اور تنوین کے بعد گر م آجائے ،تو ن کی آواز کو م سے بدل کر غنہ اور اخفاء کر کے پڑھیں گے، اس م کو م مقلوبہ کہتے ہیں، جیسے مِنْ م بَعْدِ . حِلٌّ م بِهٰذَا . صُمٌّ م

بُکُمْ ، اس طرح ن کی آواز کو م سے بدل کر پڑھنے کو قلب یا اقلاب کہتے ہیں۔

انواعِ ادغام:۔ چونکہ ادغام کی بحث چل رہی ہے۔اسلئے مناسب ہے۔کہ جملہ انواعِ ادغام کو تفصیل سے صفحاتِ قرطاس کی زینت بنایا جائے ،حروفانِ ادغام کے علاوہ حروف کے ہم جنس و ہم مخرج ،قریبُ الصفت وقریب المخرج ، ہونے کے اعتبار سے ادغام کی تین قسمیں ہیں ،مثلین ، مُتجانسین ، متقاربین، مئوخرالذکر دو کی حروف کے ضعیف وقوی ہونے کے اعتبار سے دو قسمیں اور بن جاتی ہیں۔یعنی مُتجانسین تام وناقص، متقاربین تام وناقص، مثلین میں ناقص پایا ہی نہیں جاتا، کیونکہ ناقص کی صورت میں مثلین کا تحقق نہ ہوگا۔ ہر ایک کی تعریف مع امثلہ تحریر کی جارہی ہے،مثلین دوحرف مُتحد المخرج اور متحد الصفت کے ادغام کو ادغام مثلین کہتے ہیں۔ مثلاً قَدْ دَّ خَلُوْ ا ، اَقُلْ لَّکُمْ ، فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُھُمْ ، اِضْرِبْ بِعَّصَاکَ ، مَنْ نَّشَآءَ رِجَا لاً نُّوْحِیْ ، مئوخرالذکر مثال میں تنوین مدغم اور ن مدغم فیہ ہے۔

سوال: شبہ پیدا ہورہا ہے کہ عدمِ مماثلت ہے، کیونکہ تنوین الگ جنس ہے، اور ن ساکن الگ جنس ہے، جبکہ ادغام مثلین کیلئے ہر دو حرف کا ہم جنس ہونا ضروری ہے؟

جواب: تنوین اور ن ساکن میں رسماً فرق ہے،لیکن اداءً بالکل کوئی فرق نہیں۔جیسے جًا ، جَنْ ، دًا ، دَنْ . سً . سَنْ . ن ساکن کو مستقل حرف کی شکل میں لکھا جاتا ہے، اور تنوین کیلئے فتحتین . ضمتین، اور کسرتین، لکھا جاتا ہے۔

سوال: لفظِ فِیْ یَوْمٍ . فِیْ یُوسُفَ . قَالُوْ وَھُمْ . اور ان ہی جیسی دیگر امثلہ میں دو یا، اور دو، واؤ متصلاً پائے جاتے ہیں، ہر دو حروف متحد المخرج اور متحد الصفت ہونے کے باوجود ادغام نہیں کیا جاتا ہے، وجہ کیا ہے؟

جواب: اس شبہ کا جواب امام خلیل احمد نحویؒ نے دیا ہے، کہ عدمِ مماثلت ہے، کیونکہ یائے مدہ کا مخرج جوفِ وسطِ فم ہے، اور واؤ مدہ کا مخرج جوف شفتین ہے، جبکہ ادغام مثلین کیلئے اتحادِ مخرج شرط لازم ہے۔صفت کا درجہ ثانوی ہے، اور امام سیبویہ کے نزدیک چونکہ مدصفتِ ذاتی ہے۔جو

واوٗاوریامیں پائی جاتی ہے،اورادغام صفتِ عارضی ہے،ذات پرعارض کوترجیع نہیں دی جاتی۔

سوال: جوابِ مذکور پرایک اورشبہ ذہن میں کلبلا اٹھا ہے،وہ یہ ہے کہ لفظ قَدْ دَّخَلُوْ میں ادغام نہ ہونا چاہئے تھا، کیونکہ دال ساکن میں قلقلہ اسکی صفت لازمہ ہے۔قلقلہ کی صورت میں دال پرحرکت ظاہر ہوگئی،اور ہردودال متحرک متصور ہوں گے،جبکہ حرفِ اول کا ساکن ہونا ادغام کی شرط ہے؟

جواب: صاحبِ خلاصۃ البیان نے اسکے تین جواب لکھے ہیں ا۔ حروفِ قلقلہ متحرک میں بوجہ حرکت قلقلہ ظاہرنہیں ہوتا،اوراس طرح حروفِ قلقلہ مُشدّدہ میں بھی بوجہ اظہارِ حرکت کے قلقلہ ظاہرنہیں ہوگا۔جبکہ قلقلہ دونوں صورت میں باقی رہتا ہے۔ قَدْ دَّخَلُوْا میں قلقلہ تشدید کے وقت ظاہرنہیں ہوتا،وجہ یہ ہے کہ تشدید کا سکون بمنزلہ حرکت کے ہے۔

جواب: دوسرا جواب یہ ہے کہ اسمیں ادغام روایتاً ثابت ہے،اور جب کسی بھی مقام پرروایتاً قاعدہ پایا جارہاہو،تو دوسرا قاعدہ اوراصول روایتی قاعدہ میں مُخل نہیں ہوسکتا۔کیونکہ جمیع قواعدواصول روایت سے ہی بنے ہیں۔ وَدِ يُنُنَا مَبْنِيٌّ عَلَى النُّقُوْلِ لَا عَلٰى مُنَا سَبَاتِ الْعُقُوْلِ۔

جواب: تیسرا جواب یہ ہے کہ ادغام کی علت کلمہ میں تخفیف ہے،اورایسے مقام پرقلقلہ کرنے کی صورت میں ثقل علی الثّقل ہوجائے گا۔بفضلہٖ تعالیٰ۔عقلاًونقلاًھردو طریق پرادغام ہی ہوا۔

انتباہ :۔ قرآن کریم میں بعض مقامات پردوکلموں کے درمیان ایک چھوٹا سان لکھا ہوتا ہے۔اُس کون قُطنی کہتے ہیں، ن قطنی نون تنوین سے پیدا ہوتا ہے، کیونکہ ن تنوین کے مابعد جب حرف ساکن آجاتا ہے،تو وہاں یہ نون پیدا ہوتا ہے، چونکہ ن تنوین میں بھی ن ساکن مخفی ہے، گویا کہ دوساکن حرف جمع ہوگئے، اورساکنین کا بیک وقت پڑھنا دشوار ہے، لہذا دونوں میں سے ایک کومُتحرک بنانا ضروری ھوا،اور یہ حرکت ن کوکسرہ کی دی جائے گی،خواہ فتحتین ،یاکسرتین،یاضمتین ہو،مثلاً خَيْرَ ان

الْوَصِيَّۃُ . نُوْحُ نِ ابْنَہٗ . فَخُوْرَانِ الَّذِیْ ۔اور جب فتحتین کے ایک فتح کو نون قطنی سے بدلتے ہیں، تو اُس وقت کلمہ منّون گرجاتا ہے ،جیسے ۔عَادَ اَبَا الِیْمَا ہُ نِ الَّذِیْ ،یعنی جہاں فتحتین پر نون قطنی پیدا ہو۔ وہاں الف پڑھنے میں نہیں آتا ہے اور اُس حرف کو جسکے ساتھ الف آتا ہے کھڑا نہیں پڑھتے ، بلکہ پڑا پڑھتے ہیں، کھڑا پڑھنے کا مطلب ہے کہ ایک الف کے بقدر لمبا کرنا، جیسے بَا، تَا، ثَا، جَا، یہ قاعدہ کلمہ موقوفہ پر وقف نہ کرنے کی صورت میں ہے، اور جب وقف کیا گیا ہو تو اُس وقت الف کو پڑھا جائے گا، اور مابعد والے کلمے کے شروع میں ھمزہ وصلی کو فتح کی حرکت دی جائے گی، استاد کے سامنے بیٹھ کر اس کیفیت کو دیکھیں اور سُنیں ،

اخفاء : ۔ ن ساکن اور تنوین کے بعد اگر حروف اخفاء میں سے کوئی حرف آجائے، تو وہاں ن ساکن اور تنوین کی آواز کو ناک میں چُھپا کر پڑھیں، حروف اخفاء پندرہ ہیں ت، ث ج، د، ذ، ز، س، ش، ص، ض، ط، ظ، ف، ق، ک، اس کو اخفائے حقیقی کہتے ہیں، ن ساکن اور تنوین کی مثالیں ترتیب سے لکھی جاتی ہیں ۔جیسے۔ اَنْتُمْ . اُنْثٰی . اَنجَیْنٰہُ . عِنْدَ اللّٰہِ . اَنْذَرْتَ . تَنْسَوْنَ . مِنْ شَرٍّ . یَنْصُرُوْنَ . مَنْضُوْدٍ . اَنْطَلَقَ . یَنْظُرُوْنَ . اَنْفُسَکُمْ . یَنْقُضُوْنَ . مِنْکُمْ ، تنوین کی مثالیں جَنّٰتٍ تَجْرِی . ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ . فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ . کَاْسًا دِھَاقًا . بَاسِطٌ ذِرَاعَیْہِ . مُبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ . قَوْلًا سَدِیْدًا . صَبَّارٍ شَکُوْرٍ . عَمَلًا صَالِحًا . قُوَّۃٍ ضُعْفًا . حَیٰوۃً طَیِّبَۃً . ظِلًّا ظَلِیْلًا . بُیُوْتًا فَارِھِیْنَ . رِزْقًا قَالُوْا . رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ . اس قاعدہ کے نون کی ادائےگی ایسی ہے جیسے لفظ اونٹ ۔کنواں، کنول وغیرہ کے نون کی ادائیگی ہے، کسی صاحب نے حروف اخفاء کو اشعار میں جمع کر دیا ہے اشعار آسانی سے یاد رہتے ہیں۔

پندرہ حرفوں میں تم اخفاء کرو مجھ سے سُن لو اُن کی تم تفصیل کو

باؤ تاؤ جیم ودال وذال وزا سین وشین صاد وضاد وطاؤ ظا

فاؤ کاف وقاف ہیں پندرہ اسکو اخفائے حقیقی ہے لکھا

اخفاء، ادغام، واظہار کی درمیانی کیفیت کا نام ہے، (تفصیل بڑی کتب میں دیکھیں)

اخفاء ادغام اور اقلاب کے اسباب:۔

بعض احباب ن ساکن اور تنوین کے ہر چہار قواعد میں اسباب وعِلَل کی تلاش میں رہتے ہیں، اُن کی تشفی کیلئے اسباب کو لکھا جاتا ہے۔غور کر کے سمجھ لیں حروف اخفاء میں ن ساکن اور تنوین کے اخفاء کرنے کی وجہ وعلت علماء نے یہ بیان کہ ہے، کہ حروفان اخفاء کے مخرج اور ن کے مخرج میں قرب (جو موجب ادغام ہے) اور بُعد (جو موجب اظہار ہے) کے نہ ہونے کی وجہ سے درمیانی حالت کو اختیار کیا گیا ہے، اور وہ اخفاء ہی ہے، حروف یرملون کے ادغام کا سبب تقارب مخرج ہے، یعنی ن ساکن اور حروف یرملون کے مخرج میں قُرب ہے، ادغام کی چند اقسام ہیں، جنکی تفصیل آئندہ اوراق میں کی جائے گی، ادغام مثلین۔متجانسین اور مُتقاربین، میں ادغام کی علت ثقل (بھاری پن) کو دور کرنا ہے، بیک وقت ہم مخرج اور ہم صفت حروف یا ہم مخرج اور مختلف الصفت، یا قریب المخرج اور قریب الصفت حروف کو زبان پر جاری کرنا دشوار گزار امر ہے، اھل زبان نے اس دشواری سے بچنے کیلئے ایسی صورت نکالی کہ حروف کی ادائیگی ممکن ہو اور وہ صورت صرف ادغام کی ہے۔

ن ساکن اور تنوین کا قلب م ساکن سے کیوں ہوتا ہے؟ اس سلسلہ میں حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ علیہ کی عبارت تحریر کرتا ہوں جس سے علتِ قلب خوب طرح سمجھ میں آجائے گی وَجْـهُ الْـقَـلْـبِ عُسْرُ الْاِ تْيَانِ بِا للُّغةِ فِي النُّونِ وَالتَنْوِينِ مَعَ اِظْهارِهمَا ، ثُمَّ اِطْبَاقُ الشَّـفَتَيْنِ لِاَجْلِ الْباءِ وَلَمْ يُدغَمَ لِاِخْتِلَافِ نَوعِ المَخْرِجِ وَ قِلَّةِ التَّنَاسُبِ فَتَعَيَّنَ الاِخفَاءُ وَيَتَوَصَّلُ اِلَيهِ بِا لقْلُبُ مِيماً لِتَشَارُكِ الْبَاءِ مَخْرَجاً وَالنُّونِ غُنَّةٍ ۔ (المنح الفکریہ صفحہ۶۲) ن ساکن یا تنوین کے بعد باء میں قلب کا سبب یہ ھے، کہ ن ساکن اور تنوین کا اظہار کرتے ہوئے اُن کا ادا کرنا،

پھر با کی ادائیگی کیلئے، دونوں ہونٹوں کا ملانا مشکل ہے، لہذا اظہار ممکن نہیں۔ (ن ساکن اور با میں یا تنوین اور با میں) اور ادغام بھی نہیں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ انکا مخرج (ن اور با کا) الگ الگ ہے، اور ان کے مخارج میں کوئی مناسبت بھی نہیں ہے (جبکہ ادغام کی علت قُربِ مخرج اور مناسبتِ مخرج ہے) لہٰذا جب اظہار اور ادغام ہونا ممکن نہیں ہے، تو اب تیسری صورت مُتعین ہے، کہ یہاں اخفاء ہوگا، اور اسمیں میم کے قلب کا سہارا لیا جائے گا کیونکہ م با کے ساتھ مخرج میں اور نون کے ساتھ غُنہ میں مُشترک ہے۔

ادغام متجانسین: دوحروف متحدالمخرج اور مختلف الصفت کے ادغام کو ادغام متجانسین کہتے ہیں، مثلاً یَلْهَثْ ذّٰلِكَ میں ثا کا ادغام ذال میں، اور اِرْكَبْ مَّعَنَا میں با کا ادغام میم میں، ان دونوں مثالوں میں ادغام امام حفصؒ کے نزدیک ہے اور دیگر ائمہ تجوید کے ہاں اختلاف ہے۔ چنانچہ ابن کثیر، ورش اور ہشامؒ کا قول اظہار کا ہے (کہ اظہار ہی کیا جاوے) بعض حضرات اظہار و ادغام دونوں کے قائل ہیں۔

ادغام متجانسین کی دوقسمیں ھیں :۔

۱)　متجانسین تام　　۲)　متجانسین ناقص

۱) **متجانسین تام** : حرف مدغم کا ادغام مدغم فیہ میں اگر اس طرح ہو کہ مدغم (ساکن حرف) کی کوئی صفت باقی نہ رہے تو ادغام متجانسین تام کہلاتا ہے۔ مثلاً یَلْهَثْ ذّٰلِكَ۔ اِرْكَبْ مَّعَنَا ۔ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ ۔ اِذْ ظَّلَمُوْا ۔ میں ثا کا ذال میں، ب کا میم میں، تا کا طا میں اور ذال کا ظا میں، ادغام متجانسین تام کیا جا رہا ہے۔

۲) **متجانسین ناقص** : اگر حرف مدغم کا ادغام مدغم فیہ میں اس طرح کیا جاوے، کہ مدغم حرف کی کوئی صفت باقی رہ جاتی ہو، تو اس کو ادغام متجانسین ناقص کہتے ہیں۔ مثلاً بَسَطْتَّ ۔

اَحَطْتُّ ۔ان دواور ایسی ہی دیگر امثلہ میں ادغام تام نہ کرنے کی دو وجوہات مجوّدین کرام نے لکھی ہیں۔

ا:۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ ادغام تام کی صورت میں قلقلہ کی صفت باقی نہ رہے گی، کیونکہ ادغام تام کی خصوصیت یہ ہے، کہ مدغم حرف مدغم فیہ میں اس طور سے مدغم ہو جاتا ہے کہ حرف کی ذات وصفت دونوں ختم ہو جاتی ہیں۔

۲:۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ادغام تام کی صورت میں حرف کا ابدال بھی ہوتا ہے، اور مسطورہ بالا ہر دو مثال میں ابدال جائز نہیں ہے، کیونکہ ابدال کرنے کیلئے مدغم کا ضعیف ہونا، اور مدغم فیہ حرف کا قوی ہونا ضروری ہے۔اور ان دونوں کلموں میں طا مدغم بن رہا ہے، جو قوی ہے، اور تاء مدغم فیہ، جو کہ ضعیف ہے، قوی کا ادغام ضعیف میں نہیں ہوتا ہے، بالفاظِ دیگر چھوٹی چیز بڑی میں داخل ہو سکتی ہے، نہ کہ اسکا عکس۔خلاصۃ الکلام یہ ہے کہ طاء کا ادغام تا میں اسلئے نہ ہوگا کہ طاء میں صفتِ قلقلہ ہے جو تاء میں نہیں ہے۔اور ابدال اسلئے نہ ہوگا کہ طاء قوی ہے تاء سے۔فہلذا ادغام متجانسین ناقص ہی ہوگا۔

ادغام متقاربین :۔ دوحرف قریب المخر ج اور قریب الصفت کے ادغام کو ادغام مُتقاربین کہتے ہیں، (قربِ مخرج کی قید سے یہ مت سمجھئے کہ حرف مدغم فیہ کے مُخارج کا متصل ہونا ضروری ہے) بلکہ مثلین اور متجانسین کی صورتوں کے علاوہ جن دوحروف میں ادغام پایا جارہا ہو، اس کو ادغام مُتقاربین ہی کہتے ہیں۔اگر چہ وہ حروف مخارج کے اعتبار سے مُتباعدَین ہی ہوں۔مثلاً مِـــنْ وَّالٍ ، دیکھئے گا! کہ ن اور واؤ کے مخارج میں کتنا بعدُ (دوری) ہے۔اور جن دوحروف کے مخارج میں ادغام روایتاً ثابت ہی نہ ہو اسکو متقاربین نہیں کہتے۔اگر چہ ان کے مخارج میں بظاہر اتصال ہی کیوں نہ ہو۔مثلاً لَا تُـزِغْ قُـلُـوْبَنَا ۔ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ ۔میں دیکھئے گا! غین اور قاف کے مخرج میں قرُب ہے۔اسی طرح حا اور عین مخرجاً مُتحد ہیں۔لیکن چونکہ ادغام ایسے مقامات پر ثابت نہیں ہے، تو ہر قارئ قرآن ایسے کلمات میں اظہار ہی کرتا ہے۔

ادغامِ متقاربین کی صورتیں:۔

ادغام متقاربین کی سات صورتیں ہیں۔

۱۔ لام کا ادغام راء میں، جیسے قُلْ رَّبِّ۔

۲۔ ن ساکن اور تنوین کا ادغام لام میں، جیسے مِنْ لَّدُنْهُ ، هُدًى لِّبَنِيٓ اِسْرَآئِيل۔

۳۔ ن اور تنوین کا راء میں ادغام، جیسے مِنْ رَّبِّهِمْ۔ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا۔ ان تینوں صورتوں میں ادغام تام ہے۔

۴۔ ن ساکن اور تنوین کا ادغام واؤ میں، جیسے مِنْ وَّالٍ ۔ مَغْفِرَةٌ وَّرَحْمَةٌ ۔

۵۔ ن ساکن اور تنوین کا ادغام یاء میں، جیسے مِنْ يَّوْمِهِمْ، ۔ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ۔

۶۔ ن ساکن اور تنوین کا ادغام میم میں، جیسے مِنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ۔

۷۔ قاف کا ادغام کاف میں، جیسے اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ،

اس قسم میں علمائے تجوید کا اختلاف ہے، کہ ادغام تام ہوگا یا ناقص۔ قاعدہ کی رو سے تو ادغام ناقص ہی ہونا چاہئے کیونکہ مدغم قوی ہے مدغم فیہ سے۔ لیکن چونکہ اداءِ ثقل ہے، اور ثقل ادغام تام کرنے کی صورت میں ہی دور ہوگا، ادغام متقاربین کی بھی متجانسین کی طرح دو قسمیں بن گئی تام اور ناقص۔

سوال:۔ سورۃ القیامہ میں لفظ بَلْ ۜ رَانَ میں ادغام متقاربین کی صورتِ اول پائی جارہی ہے، لیکن ادغام کیوں نہیں کیا جاتا؟

جواب:۔ اس مقام پر حضرت امام حفصؒ کی قرأت میں سکتہ واجب ہے، اور سکتہ منافئی ادغام ہے۔ سکتہ کرنے کی صورت میں ادغام نہیں ہوگا۔ سکتہ کے قواعد انشاء اللہ المستعان تفصیل سے آگے درج کروں گا۔

الف لام تعریف کا قاعدہ:۔ کلمات کے شروع میں جو الف لام ملا کر لکھا ہوتا ہے، اسے الف لام تعریف کہتے ہیں۔ اور اس کی دو صورتیں ہیں۔ ۱۔ اظہار ۲۔ ادغام،

الف لام تعریف کے بعد حروف قمریہ (جو چودہ ہیں) میں سے کوئی حرف آجائے، تو الف لام کا اظہار ہو گا جیسے اَلْحَمْدُ۔ اَلْکِتَابُ۔ اَلْقُرْاٰنُ۔ اَلْفُرْقَانُ۔ اَلْکَرِیْمُ۔ اَلْمُجِیْبُ۔ وغیرہ۔

حروف قمریہ یہ ہیں:۔ ا . ب . ج . ح . خ . ع . غ . ق . ک . ف . ی . م . ہ . و۔ ان کا مجموعہ اِبْغِ حَجَّکَ وَخَفْ عَقِیْمَہٗ بنتا ہے۔ اور اگر الف لام تعریف کے بعد حروف شمسی میں سے کوئی حرف آجائے، تو ادغام ہوگا جیسے۔ اَلثَّاقِبُ۔ اَلسَّمَآءِ۔ اَلطَّارِقُ۔ اَلنَّاظِرُ۔ اَلشَّمْسُ وغیرہ۔

حروف شمسیہ چودہ ہیں:۔ ت . ث . د . ذ . ر . ز . س . ش . ص . ض . ط . ظ . ل . ن یہ مسئلہ عُلماء میں مختلف فیہ ہے، کہ قمریہ اور شمسیہ ان حروف ہی کے القاب ہیں یا خود الف لام ہی کا نام قمریہ اور شمسیہ ہے۔ بعض حضرات کا فرمانا ہے کہ لام الف کا نام ہی قمریہ اور شمسیہ ہے، تو اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ القمر اور الشّمس میں جس طرح لام ظاہر و پوشیدہ ہے، اسی طرح حروفان قمریہ کے لام کے بعد آنے پر اظہار ہوگا۔ اور حروفان شمسیہ کے لام کے بعد آنے پر ادغام ہوگا۔ اور حضرت شیخ الاسلام زکریا ملتانیؒ کی رائے ہے، کہ لام تعریف کے بعد آنے والے حروف ہی قمریہ اور شمسیہ ہیں۔ اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ لفظ اَلْ مثل ستارہ کے ہے، اور حروفان قمریہ و شمسیہ مثل چاند و سورج کے ہیں۔ جس طرح چاند کی موجودگی میں ستارے بدستور روشنی دیتے ہیں، اسی طرح حروفان قمریہ کا لام کے بعد آنے پر لام کی قرأت بدستور رہتی ہے۔ اور جس طرح سورج کی آمد پر ستاروں کی روشنی ختم ہوجاتی ہے، دکھائی ہی نہیں دیتے، اسی طرح حروفان شمسیہ کا لام کے بعد آنے پر ادغام ہوجاتا ہے۔ ھٰکَذَا فِی کتب التجوید؛ واللہ اعلم وعلمہ اتم؛

ادغام مثلین اور ادغام مُتجانسین کا جب پہلا حرف ساکن ہو تو اسکا ادغام کرنا واجب ہے، جیسے۔ قَدْ دَّخَلُوا۔ یٰبُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا، میں دال کا دال میں اور با کا میم میں، حروف حلقی کا ادغام مماثل میں ہوگا، یعنی جب حروف حلقی دونوں کلموں میں ایک ہی ہوں، جیسے ھا کا ادغام ھا میں، مثلاً

اَیۡـنَـمَا یُوَجِهُّہٗ ۔ مَااَلِیَہۡ ھّلَکَ ، وصل کی صورت میں، لام فعل کا ادغام ن میں نہیں ہوتا ہے، جیسے۔ جَعَلۡنَا۔ حَمَلۡنَا۔ فَعَلۡنَا۔

ادغام مثلین کی صورتیں، جو قرآن میں پائی جاتی ھیں:۔

گذشتہ صفحات میں ادغام متقاربین کی جو سات صورتیں تحریر کی ہیں وہ ن ساکن اور تنوین کے اعتبار سے ادغام متقاربین تام اور ناقص ہیں۔ اور اب حروفانَ مماثل کے ادغام کی جو ۱۴، اشکال قرآن کریم میں پائی گئی ہیں، ان کو ضبطِ تحریر میں لایا جائے گا۔ قارئین محترم گزشتہ اقسام مُتقاربین اور ان میں فرق سمجھیں۔

۱۔ با کا ادغام با میں جیسے۔ اِذۡ هَبۡ بِّکتَابِی

۲۔ تا کا ادغام تا میں جیسے۔ فمَارَبِحتۡ تِّجَارَتُھُمۡ۔

۳۔ دال کا ادغام دال میں جیسے۔ قدۡ دَّ خَلُوۡا ۔

۴۔ ذال کا ادغام ذال میں، جیسے۔ اِذ ذَّھَبَ۔

۵۔ را کا ادغام را میں جیسے۔ وَاذۡ کُرۡ رَّبَّکَ۔

۶۔ عین کا ادغام عین میں، جیسے۔ تَسۡطِعۡ عَّلَیۡہِ۔

۷۔ فا کا ادغام فا میں جیسے۔ فلاَ یُسۡرِفۡ فِّیۡ الۡقَتۡلِ۔

۸۔ کاف کا ادغام کاف میں جیسے ۔ یُدۡرِ ککُّمُ الۡمُوۡتُ۔

۹۔ لام کا ادغام لام میں جیسے ۔ قُلۡ لَّکُمۡ

۱۰۔ میم کا ادغام میم میں جیسے وَمَّا ھُمۡ مِّنۡکُمۡ۔

۱۱۔ ن کا ادغام ن میں جیسے ۔ مِنۡ نَّا صِرِیۡنَ۔

۱۲۔ واوَ کا ادغام واوَ میں جیسے ۔ ھُمۡ اَوۡوَّ زَنُوۡھُمۡ۔

۱۳۔ ھا کا ادغام ھا میں جیسے۔ اَیۡنَمَا یُوَجِّھۡہُ

۱۴۔ یا کا ادغام یا میں، جیسے ۔ بِيَدَيَّ۔

ادغام مُتجانسین کی صورتیں :۔

ادغام مُتجانسین کی کل سات اشکال قرآن کریم میں پائی جاتی ہیں، جن میں سے چھ ادغام متجانسین تام کی ہیں اور ایک ادغام مُتجانسین ناقص کی ہے۔

۱۔ تا کا ادغام دال میں، جیسے۔ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ۔

۲۔ تا کا ادغام طاء میں جیسے۔ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ۔

۳۔ دال کا ادغام تا میں جیسے ۔ قَدْ تَّبَيَّنَ۔

۴۔ ذال کا ادغام ظا میں جیسے ۔ اِذْ ظَّلَمُوْا۔

۵۔ ثا کا ادغام ذال میں جیسے ۔ يَلْهَثْ ذّٰلِكَ۔

۶۔ با کا ادغام میم میں، جیسے ۔ اِرْكَبْ مَّعَنَا۔

پانچویں اور چھٹی مثالوں میں بطریق جزری اور شاطبی اظہار بھی جائز ہے، لیکن بروایت حفصؒ ادغام کرنا ضروری ہے، پس ادغام ہی کرنا چاہئے۔

۷۔ طا کا ادغام تا میں جیسے ۔ بَسَطْتَّ۔ فَرَّطْتُّ۔ فَرَّطْتُمْ۔ اَحَطْتُّ۔

یہ آخری صورت ادغام میجانسین ناقص کی ہے۔گذشتہ صفحات میں اسکی وجوہات درج کردی گئی ہیں۔ ادغام متجانسین کی تعریف میں دیکھ لی جائیں۔

قاعدہ:۔ مُشدد حرف میں ادغام ہوتا ہے، ن مشدد اور م مشدد میں غنہٌ ہوتا ہے، جیسے۔ اَنَّ عَمَّ ،لیکن تشدید اور ادغام میں فرق یہ ہے، کہ تشدید والا حرف صرف ایک ہی مرسوم ہوتا ہے، اور ادغام میں دونوں حرف الگ الگ لکھے جاتے ہیں، جیسے۔ مَنْ يَّعْمَلْ ۔ قُلْ رَّبِّ، البتہ کیفیت ادا کے اعتبار سے دونوں ایک طرح کے ہیں۔

غُنہٌ کی تعریف :۔ غنہ ایک اچھی سنائی دینے والی گنگنی آواز ہے، جو ناک کے بانسہ سے نکلتی ہے۔

حرف غُنہٌ کی تعریف:۔ ایک الف کے برابر ناک میں آواز لے جانے کو غنہٌ کہتے ہیں۔

حضرت امام حفصؒ کی روایت میں حرفِ غنہ چھ جگہ ظاہر ہوتا ہے۔

۱) نون مشدد اور میم مشدد میں۔ اِنَّ ۔ عَمَّ۔

۲) ادغام مثلین میں۔ اَمْ مَّن

۳) اخفائے شفوی میں۔ اَمْ بِہٖ۔

۴) ادغام ناقص میں۔ مَنْ یَّعمَلُ۔

۵) قلب میں ۔ مِنْۢ بَعْدِ۔

۶) اخفائے حقیقی میں ۔ اِنْ کُنْتُمْ۔ (غنہ کی مقدار ایک الف ہے۔)

غُنہ اور حرفِ غُنہ میں فرق:۔

غُنہ: نون اور میم کی صفتِ لازمہ ہے، جو نون اور میم میں ہر حال میں پائی جاتی ہے۔ خواہ نون اور میم متحرک ہوں، یا ساکن مُظہرہ۔

حرفِ غنہٌ: وہ ہے جو اوپر بیان کی ہوئی چھ حالتوں میں ایک الف کی مقدار پیدا ہوتا ہے۔

اقسام حرکات:۔

شروع کتاب میں اصطلاحاتِ قراء کے عنوان سے حرکات کے نام مع ترجمہ تحریر کر دیئے ہیں۔ لیکن حرکات کی چند اقسام ہیں، جن کو بتلانا ضروری ہے، اور عوام الناس حرکات کو کس طرح ادا کرتے ہیں۔ صحیح طریقہ ادائیگی حرکات کا کیا ہے؟ اسکی طرف بھی توجہ ضروری ہے تاکہ ہر نوع کا آدمی کتاب ھذا سے نفع اُٹھا سکے۔ حرکاتِ معروفہ تین ہیں۔

(۱) فتحہ ، ضمہ ، کسرہ ، اور علمائے نحویین کے ہاں بالترتیب (۲) نصب، رفع، اور جر، نام ہے۔ حرکات کی ہر دو قسم میں فرق ضرور ہے لیکن ادائیگی اور تلفظ یکساں ہے۔

فتح : انفتاحِ فم وصوت، یعنی مُنہ اور آواز کے کھلنے سے ادا ہوتا ہے۔

کسرہ : انخفاضِ فم وصوت، یعنی مُنہ اور آواز کے پست ہونے سے۔

ضمہ : انضمامِ شفتین، یعنی دونوں ہونٹوں کے گول ہونے سے ادا ہوتا ہے۔

ان حرکات ثلاثہ کو اپنی ہی کیفیت ادا سے کامل طور پر ادا کرنا چاہئے ۔ ورنہ تو دوسری حرکت اشتباہ کی صورت میں حرکت غلط ادر ناقص ادا ہوگی۔ عملی طور پر مشق اساتذہ کے چہرے کی طرف دیکھ کر ہی ہوسکتی ہے۔

۳۔ کھڑا زبر، بٰ، کھڑی زیر، بٖ، اور اُلٹا پیش، بٗ، کھڑا زبر دراصل الف مدہ ہے، کیونکہ یہ الف مدّہ کے قائم مقام آتا ہے، یعنی جہاں الف نہ لکھا جائے۔ اور صرف کھڑا زبر لکھ دیا جائے تو اسکو بھی اُسی طرح ایک الف کی مقدار لمبا کرنا ہے، جس طرح الف مدّہ کو کیا ہے۔ جیسے طٰــــــہٰ، مُوْسٰی، عیسٰی، یَحیٰی، کُبْرٰی، عُظْمٰی، اَزْکٰی۔ کھڑی زیر بھی دراصل یائے مدّہ ہے یعنی یائے مدّہ کے قائم مقام ہے، کیونکہ عربی رسم الخط میں کھڑی زیر یائے مدّہ کی جگہ استعمال ہوتی ہے اور اسکو بھی اتنا ہی دراز کرنا چاہئے، جتنا یائے مدّہ کو کیا جاتا ہے۔ جیسے بِہٖ، خَیْرِہٖ شَرِّہٖ، بَعْدِہٖ، بِمُزَحْزِحِہٖ ،البتہ سورہ ھود میں صرف ایک مقام پر لفظِ مَجْرٖیھَا میں را کے نیچے کھڑی زیر تو یقیناً ہے، لیکن اسکو یائے مدہ کی طرح نہیں پڑھنا چاہئے، بلکہ امالہ کر کے میرے، تیرے، اور سویرے، کی را کی طرح پڑھنا چاہئے۔ (اسکا قاعدہ را کے قواعد میں دیکھیں) اور اُلٹا پیش بھی دراصل واؤ مدہ ہے۔ اسکو اتنا ہی دراز کرنا ہے جتنا واؤ مدہ کو کیا جاتا ہے۔ جیسے لَہٗ، اِلٰھَہٗ، اَنَّہٗ، سُبْحٰنَہٗ، لَا یَسْبِقُوْنَہٗ ۔عوام الناس ان حرکات کو مجہول طریقہ پر ادا کرتے ہیں، جو عربی مزاج اور رسم الخط کے بالکل منافی ہے، یا تو حرکت کو بڑھا کر مزید حروف کو زیادہ کرتے ہیں، یا پھر کم کر کے حرکت کی مقدار کا اظہار بھی نہیں کرتے۔ دونوں صورتیں لحن جلی کی ہیں۔ قرآن مجید اور عربی بول چال میں حرکت کو معروف ہی پڑھا جاتا ہے۔ اسکی مثال اس طرح سمجھ لینی چاہئے، حرکت کو اس طرح ادا کیا جائے، کہ واؤ معروف اور یائے معروف پیدا ہوں۔ اور اگر ضمہ اور

کسرہ کواس طرح پڑھا کہ واوٗ مجہول اور یائے مجہول پیدا ہوجائیں، تو عربی مزاج کے بالکل خلاف ہے(خواص کوبھی اس کا دھیان رکھنا ضروری ہے) کیونکہ مجہول حرکات غیرعربی زبانوں میں ہیں،اردو اور فارسی میں بعض الفاظ پرحرکت معروف پڑھی جاتی ہے،بعض الفاظ پرحرکت مجہول پڑھی جاتی ہے ۔جیسے خور ، نور، اور غور، فورًا، لفظِ جمیل اورنور کی واوٗ اور یا معروف ہیں،اور لفظِ مور اور درویش کی یاء اور واوٗ مجہول ہیں۔الغرض مجہول حرکات کا تلفظ عجمی زبانوں میں ہوتا ہے،عربی زبان کو اس سے صاف رکھنا چاہیے۔معروف ومجہول کی تعریف تو ہوگئی،لیکن اسکی معرفت استاد کے سامنے بیٹھ کر ہی ہوگی۔ایک زبرنصف الف کے برابر،اور پیش نصف واوٗ کے برابر ہوتا ہے،اور ایک زیرنصف یاء ہوتی ہے۔ان کے معروف پڑھتے ہوئے حروف کو بھی معروف پڑھا جائے گا،اور جب زبر کے بعد الف،واوٗ کے بعد پیش اور زیر کے بعد یاء، یعنی تینوں حروف مدہ ہوں تو اس صورت میں ان حرکات کو اشباع سے بچانا چاہیے، ورنہ ان ہی حرکات سے مُہمل حروف پیدا ہوجائیں گے،اور یہ صورت بھی لحنِ جلی میں داخل ہوکرنا جائز اور حرام ہے،اور اگرحرکات ثلاثہ کے بعد حروفان مدہ بھی ہوں،تو اس صورت میں ایک الف کے برابر اشباع کرنا ضروری ہے۔اور اشباع نہ کرنے کی صورت میں حروف فوت ہو جائیں گے،قَالَ ، ابَ، میں اگر اشباع نہ کیا جائے تو الف مدہ چھوٹ جائے گا،اور اُوْ بُوْ دْ نْ غیرہ اور اِیْ بِیْ تِی جِ حِ خِ وغیرہ، میں اگر اشباع نہ ہوا تو واوٗ مدہ اور یائے مدہ چھوٹ جائیں گے۔اور یہ صورت بھی لحنِ جلی میں داخل ہوکرحرام بن جاتی ہے۔اور اگر ضمہ کے بعد واوٗ مشدّ د اور کسرہ کے بعد یاء مشدّ د ہوں،تو اشباع سے بچنا ضروری ہے، ورنہ مشدّ د مخفف بن جائے گا،اور یہ بھی لحنِ جلی ہے، کہ اس سے ایک حرف ہی ختم ہو جاتا ہے۔مشدّ د حروف درحقیقت دو حروف ہوتے ہیں، جن میں کا اول مدغم اور ثانی مدغم فیہ ہوکر شدت آجاتی ہے۔تشدید نہ پڑھنے کی صورت میں حرف مدغم ساکن کا وجود ہی نہیں رہتا ہے،اور یہ بھی لحنِ جلی میں داخل ہے، عام لوگ اس سے اجتناب کریں، کیونکہ احتیاط نہیں کر پاتے ہیں،حرکات کے بعد سکون کا درجہ ہے،سکون کے معنی ٹھہرنے اور اطمینان کے ہیں،اور اصطلاحاً سکون حرکت نہ ہونے کو کہتے ہیں،اور جس حرف پر سکون ہے،اسکو ساکن کہتے

ہیں،سکون کی علامت اُلٹے پیش جیسی ہوتی ہے،(ٗ) جیسے حَمْدُ. شُکْرُ. صَبْرُ۔میں م۔ کاف۔اور باساکن ہیں، ساکن حرف کی ادائیگی اس طرح ہونی چاہئے کہ مخرج میں جماؤ کے ساتھ آواز رک جائے۔اور ہلنے نہ پائے ،اور بغیر فصل دوسرا حرف ادا نہ ہو سکے، کیونکہ آواز کے ڈگمگا جانے سے اسمیں حرکت کا کُچھ نہ کُچھ اثر ضرور آجاتا ہے،البتہ حروفانِ قلقلہ اس قاعدہ سے مُستثنیٰ ہیں، کیونکہ صفتِ قلقلہ میں حروف میں جنبش ہوتی ہے،اور اُس سے حرکت سی ظاہر ہوتے ہوئے محسوس ہوتا ہے۔

میرے محترم وعزیز! تینوں حرکات وسکون کی کیفیاتِ ادا کوتحریر کردیا ہے،ان کی صحیح ادائیگی کا خیال رکھ کر پڑھے جائیں، کیونکہ یہ بھی تجوید کا ایک اہم حصہ ہے۔جس طرح قرآن کریم کے حروف کوصحیح پڑھنا ضروری ہے،اسی طرح حرکات وسکنات کوصحیح طور پرادا کرنالازمی ہے۔

مُصحفِ مدنی میں مدّات لکھنے کا طریقہ:۔

عجم کے چھپے ہوئے قرآن کریم کے نسخہ جات میں حرکات کا استعمال نہایت آسان ہے،لیکن مدینہ شریف اور مکتہ المکرّمہ کے چھپے ہوئے ،قرآن کریم میں کھڑا زبر، کھڑا زیر،اور الٹا پیش، لکھنے کا طریقہ باالکل علاحدہ ہے؛ جس کو عام آدمی پڑھ ہی نہیں پاتا، اسلئے مصحفِ مدینہ شریف میں چھپے حرکات کے متعلق جانکاری ضروری ہے۔کھڑا زبر کو عام زبر کی طرح لکھ کرا سکے اوپر چھوٹا الف لکھ دیتے ہیں۔ مثلاً۔بَا اوراسکا ھجہ یوں کرتے ہیں۔ب الف فتحہ با،یعنی (ب الف زبر با) کھڑی زیرکو عام زیر کی طرح لکھ کرا سکے بعد چھوٹی ی لکھ دیتے ہیں۔ مثلاًبِی، اورھجہ یوں کرتے ہیں ب ی کسرہ بی، یعنی (ب ی زیر بی)اوراُلٹے پیش کوسیدھے پیش کی طرح لکھ کرا سکے ساتھ چھوٹا سا واؤ لکھ دیتے ہیں۔ مثلاً بُو، اوراسکا ھجہ یوں کرتے ہیں،ب وضمہ بو، یعنی (ب وپیش بو)ان تینوں حرکات کوالف ممدودہ۔یائے ممدودہ اور واؤ ممدودہ جتنا لمبا کر کے پڑھتے ہیں،ھمارے یہاں کے مدارس میں بچوں کو ان حرکات کے عربی رسمُ الخط کی پہچان اور مشق کروانی ضروری ہے۔

مصحفِ مدینہ کے رسم الخط کے مطابق حروفانِ اصلیہ کا جدول

بَا ،بِی ،بُو ، یٰ ، یِ، یُو ، رَا ، رِی، رُو، مَا، مِی، مُو، لَا، لِی، لُو، وَا، وِی، وُو، نٰا، نِی، نُو، ءَا، ءِی، ءُو ، ھَا، ھِی، ھُو، عَا، عِی، عُو، غَا، غِی، غُو، جَا، جِی، جُو، خَا، خِی، خُو، تَا، تِی، تُو، حَا، حِی، حُو، اسی طرح تمام حروف ھجا کی تختی کو تختۂ سیاہ پر لکھ کر خوب مشق کروائیں، تا کہ ھمارے مدارس کے وہ طلبائے کرام، جو صرف ناظرہ قُرآن کریم یا حفظ سے ہی قعود پزیر ہو گئے ہوں، وہ بھی مصحف مدینہ ومکہ (زَادَ هُمَا اللّٰهُ شَرُفاً وَّكَرَامَةً) کو دیکھ کر بآسانی تلاوت کرسکیں۔

مد کی بحث

مد عربی لفظ ہے، اسکے لغوی معنی ہیں کھینچنا، دراز کرنا ،اور اصطلاحی معنی ہیں حرف مد میں آواز کو دراز کرنا۔ اسکا مُقابل قصر ہے، جس کا معنی ہیں حرف مد کو باقی رکھ کر اس پر مد نہ کرنا۔ مد کا عمل بھی جناب نبی اکرم ﷺ ،اور آپ کے صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین سے ثابت ہے۔ اور آج تک امت کا ہر طبقہ اس پر عامل رہا ہے۔ ثبوت مد کیلئے تعامُلِ امتِ اسلامیہ ہی دلیل قاطع اور برہان ساطع ہے۔ لیکن احادیث مبارکہ کے مقدس ذخیرے میں احادیث موجود ہیں، جن میں سے ایک روایت کو قارئین کرام کی تسلی وتشفی کیلئے اور خصوصاً ان حضرات کیلئے جو تجوید کے جمیع قواعد کو فرسودہ تصور کرتے ہیں، دلیل کے طور لکھا جاتا ہے۔ چنانچہ طبرانی نے معجم کبیر میں، روایت نقل کی ہے، کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک شخص کو پڑھا رہے تھے، اس نے اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرآءِ ، پر قصر کیا (مد نہ کیا) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس طرح پڑھایا ہے، اور لفظ لِلْفُقَرَآءِ ، پر مد کر کے پڑھ کر سنایا۔ حضرت امام ابن الجزریؒ فرماتے ہیں کہ سند کے رجال ثقہ ہیں۔ یہ حدیث مبارک اور اس عنوان کی دیگر احادیث سے، اور قرآن کی آیت وَرَتِّلِ الْقُرْانَ تَرْتِيلاً، سے ثابت

ہورہاہے، کہ جمیع قواعد تجوید کے ساتھ تلاوتِ قرآن جناب نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔ اور منجملہ دیگر قواعد کے مد بھی ہے، مد کی معرفت کیلئے چار چیزوں کا جاننا لازمی ہے۔ ۱۔ حروفانِ مد ۲۔ اسبابِ مد ۳۔ مقدارِمد ، ۴۔ احکام مد۔ حروف مدہ تین ہیں، الف جب اسکے ماقبل حرف پر زبر ہو۔ واؤساکن جب اسکے ماقبل حرف پر پیش ہو۔ یاساکن جب اسکے ماقبل حرف کے نیچے زیر ہو۔ جیسے اُوْ تِیْـنَـا ، نُـوْ حِیْھَا ، میں تینوں حروف مدہ پائے گئے ہیں۔ اسبابِ مد دو ہیں۔ حروف مد کے بعد ہمزہ یا سکون کا آنا۔ مقدارِمد تین ہیں، طول، توسط، قصر۔ مد کی مقدار دراصل قاری کی کیفیت پر منحصر ہے۔ چونکہ تلاوت کے تین درجے ہیں۔ ترتیل، تدویر، اور حدر۔ قرأۃ میں تعجیل اور تاٗجیل کی نسبت کوملحوظ رکھتے ہوئے اگر ترتیل میں چارالفی یا پانچ الفی مد کیا ہے، تو تدویر میں ڈھائی الفی کرے اور حدر میں دوالفی ہی کرے، کیونکہ اگر ترتیل میں دوالفی اور حدر میں چارالفی مد یا کہیں دو کہیں ڈھائی الفی اور کہیں چارالفی مد قاری کرتا رہے، تو روایت کے باالکل مُنافی ہے، مطلب یہ ہے کہ مقدار کے جو درجے قُراء نے اندازہ کے طور پر تحریر فرمائے ہیں، ان میں سے جس پر دل چاہے یا جس انداز و درجے کی تلاوت کر رہا ہو، اس کو اختیار کر لے، اور جس انداز و درجہ کو شروع میں اختیار کیا ہے ، اُسی کو آخر تک باقی رکھے۔ مختلف درجاتِ مد کو ایک صورت یا ایک ہی وقت یا ایک ہی مجلس میں اختیار کرنا جائز نہیں ہے، درجات مد کے متعلق بعض قرأء نے فرمایا ہے کہ طول کی مقدار چارالف ہے۔ اس اعتبار سے توسط کی مقدار تین الف، اور قصر کی مقدار ہر ایک کے یہاں ایک ہی الف ہے۔ اور بعض قرّ اءحضرات نے فرمایا ہے، مقدارِ مد کو پرکھنے کے لئے کہ کتنی الف مد کھینچی ہے، دو طریقے کُتب میں ملتے ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ مد ضِعفِ حرکت کا نام ہے۔ جہاں مد کرے وہاں حرکات کا اضعاف کرنا چاہئے (ورنہ حساب نہیں رہے گا افراط وتفریط کا اندیشہ ہے) اور دو حرکات کا ایک الف بنتا ہے، یعنی جہاں چارالفی مد ہو، وہاں آٹھ حرکات کے برابر کلمہ کو دراز کرنا چاہئے ، اور جہاں تین یا ڈھائی الفی مد ہو، وہاں چھ حرکات اور پانچ حرکات کا اضعاف کر کے کلمۂ مدہ کو دراز کرنا چاہیے۔ یہ طریقہ عوام الناس کیلئے اصعب معلوم ہورہا ہے۔ عوام الناس دوسرے طریق کو اپنا کر مد کی مقدار کا صحیح تعین کرلیں، اور وہ یہ ہے

کہ بند اُنگلی کو آہستہ سے کھول لیں، یا کھلی اُنگلی کو آہستہ سے بند کرلیں، یہ ایک اُنگلی کا کھلنا یا بند ہونا دو حرکات یعنی ایک الف کے برابر ہے۔ تو اگر آپ چار الفی مد پڑھنا چاہتے ہیں، اور اندازۂ مد معلوم کرنا چاہیں، تو ہاتھ کی چار اُنگلیوں کو یکے بعد دیگرے بند کرلیں، یا بند مٹھی کی اُنگلیوں کو یکے بعد دیگرے کھولتے رہیں، مقدار کا تعین آپ کے ذہن میں بھی جم جائے گا۔

سوال:۔ ہر بیدار مغز انسان اور خصوصاً ماڈرن ذہن کے لوگ بعض اوقات پوچھ بیٹھتے ہیں، کہ مد کے کلمات پر اگر مد نہ کیا جائے تو کیا نقصان ہے؟

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ۱ قرآن کریم کے جمیع کلماتِ مبارکہ حروفِ تہجی سے بنے ہیں، اور صفحاتِ گزشتہ میں ذکر آ گیا ہے۔ کہ حروف کے اندر ذاتی طور قوت اور ضعف پایا جاتا ہے، چنانچہ بعض حروف اقوٰی ہیں، تو اسکے بالمقابل بعض حروف اضعف ہیں۔ اور بعض حروف جو قوی ہیں تو اسکے بالمقابل بعض حروف ضعیف ہیں، اور چند حروف وہ ہیں جو متوسطہ ہیں، حروفانِ مدّہ ضعیف ہیں، اور ہمزہ قوی ہے، جب ان میں سے کوئی حرف ہمزہ کے ماقبل آ جائے، اگر ان میں مد کئے بغیر آگے بڑھا جائے، تو یقیناً حرف کی قرأت چھوٹ جائے گی، جس سے کلمہ میں نقص پیدا ہوگا۔ اس نقص سے کلمہ کو بچاتے ہوئے اہل عرب نے ان تینوں حروف کے بعد جب ہمز آ جائے تو حروفانِ مد کو دراز کرنا واجب جانا ہے، اور یہی صورت مدلین پر بھی پائی جاتی ہے۔ کہ وقف کی صورت میں اجتماعِ ساکنین لازم آتا ہے۔ جو باعثِ ثقل ہے، اور ثقل بصورتِ مد ہی دور ہوگا۔ معلوم ہوا کہ مد کا حکم واجب کا ہے، اور علاؑمہ جزریؒ نے مد کے متعلق تین احکام لکھے ہیں۔ لزوم۔ وجوب۔ جواز۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

لِلْمَدِّ اَحْكَامٌ ثَلٰثَةٌ تَدُوْمُ

وَهِيَ الوُجُوْبُ وَالجَوازُ وَاللزُوْمُ

جہاں حروفِ مدہ کے بعد ہمزہ آ جائے، وہاں مد کرنا لازمی ہے۔ اگر مد نہ کیا تو حروفِ مدہ کا العدم ہو جائے گا۔ قرآنِ کریم کے ہر حرف کی قرأت اور حفاظت امت پر واجب ہے۔ ۲ جو احقر کے ذہن میں ہے، وہ سادہ سا جواب یہ ہے کہ ایسے افراد کو جو اس قسم کے سوال کریں، اور عوام الناس کو قرآن کے

بنیادی علم سے برگشتہ کررہے ہوں، سادہ الفاظ میں یہ کہا جائے کہ سرکارِ دوعالم خاتم الانبیاء ﷺ نے مد کے مواقع پر حروفانِ مدہ کے بعد ہمزہ اور سکون آنے پر کلمۂ مد کو دراز کرکے پڑھا ہے۔ امت کو بھی آپ کی اطاعت میں مد کو دراز کرکے پڑھنا چاہیے، تاکہ قرأتِ قرآن کے ساتھ ساتھ آپ کی مُتابعت کا بھی ثواب ملتا رہے۔ ہم تو صرف اتباعِ رسول ﷺ ہی کو ہر میدان میں زندگی کا شیوہ بنائیں گے، کوئی سمجھے یا نہ سمجھے، اَخِیْ فِیْ اللّٰہ۔ مد کے ہر چہار متعلقات کو قدرِ واضح کردیا ہے اور اب خوفِ طوالت دامن گیر ہونے کی بنا پر تعریفاتِ مد کو بیان کیا جارہا ہے۔

(وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہ)

اقسام مد:۔

مد کی کل سترہ قسمیں ہیں۔ جن میں ۹ متفق علیہ ہیں، اولاً مد کی دو اقسام ہیں ۱؎ مداصلی، ۲؎ مدفرعی، اور مدفرعی کی چار اقسام ہیں،

۱؎ مدمتصل۔ ۲؎ مدمُنفصل۔ ۳؎ مدلازم۔ ۴؎ مدعارض۔

۱) **مداصلی:** اس کو کہتے ہیں کہ حروفانِ مدہ کے بعد نہ ہمزہ ہو اور نہ سکون ہو۔ چاہے حروفانِ مدہ رسماً موجود ہوں، جیسے۔ قَالَ۔ یَقُوْلُ۔ قِیْلَ۔ میں الف، واوٗ، اور یائے مدہ لکھے ہوئے ہیں، یا رسماً موجود نہ ہوں، بلکہ علامتہً موجود ہوں، جیسے رَحْمٰنُ، بِہٖ، لَہٗ۔ ان کلمات میں کھڑا زبر، الٹا پیش، اور کھڑا زیر لکھے ہوئے ہیں، جو با ضابطہ الف مدہ، واوٗ مدہ اور یائے مدہ کی طرح پڑھے جاتے ہیں۔ اس کی مقدار قصر ہے، یعنی صرف ایک الف اور اس کا دوسرا نام مدطبعی ہے۔ کہ جب حروفانِ مدہ مد (~) سے خالی ہوں تو بتقضائے طبیعت بھی ایک الف دراز ہوتا ہے۔ یعنی طبیعت بھی ایک الف سے زائد مد کرنے پر اُکتا جاتی ہے۔ لیکن عامتہ الناس لاعلمی کی بناء پر ایسے مقامات پر بھی طول کر جاتے ہیں۔ جس سے اجتناب لازمی ہے، چاہے حروفانِ مدہ وقف وصل دونوں میں پڑھے جاتے ہوں، جیسے۔ دَاوٗد، میں الف مدہ، مُوْسٰی میں واوٗ مدہ، اور عِیْسٰی میں یائے مدہ، ان کلمات

پر وقف کرو یا نہ کرو حروفانِ مدہ پڑھنے میں آتے ہیں۔اور چاہے وقفاً پڑھنے میں نہ آتے ہوں۔جیسے لَہٗ۔ بِہٖ،اور خواہ اسکا عکس ہو،یعنی وقفاً تو پڑھے جاتے ہوں اور وصلاً گر جائیں جیسے۔ حَکِیْماً ٥ خَبِیْرًا ٥ اور اَنَا ٥ پر اگر وقف کریں گے تو مد بن جائے گی،اور وقف نہ کریں تو الف مدہ حذف ہو جائے گا، مذکورہ بالاصورتوں میں سے جونسی صورت بھی ہو، مداصلی کی مقدار صرف ایک ہی الف ہے۔

۲) **مدفرعی:** مداصلی وطبعی میں ضرورت کی بناء پر ایک الف سے زائد مد کر کے پڑھا جائے تو وہ مدفرعی بن جاتی ہے،اور مدفرعی کے تین اسباب ہیں،۱ حروفانِ مدہ کے بعد مدآنا، ۲ حروف لینیہ کے بعد سکون آنا، ۳ حروفانِ مدہ کے بعد ہمزآنا۔ اجمالی طور مدفرعی چار قسموں پر مشتمل ہے، مد متصل جس کا دوسرا نام مدواجب ہے، مدمنفصل جس کا دوسرا نام مد جائز ہے،اور تفصیلی طور پر اس طرح ہے کہ مدلازم کی چار قسمیں بنتی ہیں، مدلازم کلمی مثقل ۔مدلازم کلمی مُخفّف ۔مدلازم حرفی مثقل ۔مدلازم حرفی مُخفّف ۔اور جس طرح حروفانِ مدّہ کے بعد سکون مد کی علامت ہے،اسی طرح حروفِ لین کے بعد اگر سکون آجائے تو مدلین ہوتی ہے۔اور لین کی بھی دو قسمیں ہیں، لین لازم، لین عارض۔اس ترتیب پر مدفرعی کی کل نو قسمیں بن جاتی ہیں:۔ مدمتصل (واجب)۔مدمنفصل (جائز)۔مدلازم کلمی مُثقل ۔مدلازم کلمی مُخففٌ ۔مدلازم حرفی مُثقل ۔مدلازم حرفی مُخففٌ ۔مدعارض وقفی ۔(حروفانِ مدّہ میں)مدلین لازم۔ مدلین عارض۔

۱) **مدمتصل:** اس مد کو کہتے ہیں کہ حروفانِ مدہ کے بعد ہمزہ (جو سببِ مد ہے) اُسی کلمہ میں ہو۔یعنی سببِ مد (ہمزہ) اور شرطِ مد (حروفانِ مدہ) کلمئہ واحدہ میں ہوں،اس کو مدواجب بھی کہتے ہیں ،جیسے۔ جَـآءَ ۔ سُـوْٓءَ ۔ سِیْـئَتْ وغیرہ۔مدواجب اس کواس لئے کہتے ہیں، کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ سے آج تک اس پر مد کرنے میں تمام قرأء کا اتفاق رہا ہے۔امام الفن حضرت علامہ ابن الجزریؒ نے فرمایا کہ مدمُتصل میں، میں نے قصر بہت تلاش کیا،لیکن کوئی روایت اس کی نہیں ملی۔اس مد میں نفس وجوب پر جمیع قراء کا اتفاق ہے۔البتہ مقدار میں اختلاف ہے جس کا

ذکر ماسبق ہو چکا ہے۔

۲) **مدّمنفصل:** حروفانِ مدّ ہ کے بعد اگر ہمزہ دوسرے کلمے میں آجائے تو اس کو مدّمنفصل کہتے ہیں۔جیسے قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۔ بِمَآ اُنْزِلَ ۔ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ ۔ فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ۔وغیرہ

اخی المحترم! غور کیجئے! اس میں حرفِ مدہ کلمۂ اول کے آخر میں ہے،اور ہمزہ کلمۂ ثانی کے شروع میں،اسی لئے اس کا نام مدِّمنفصل پڑا ہے،اس مدکو مدِّ جائز بھی کہتے ہیں، کیونکہ بعض قراء کا اختلاف ہے جیسے ابن کثیرؒ اور سوسیؒ فرماتے ہیں، کہ یہ مدمدات کے زمرے میں شامل نہیں ہے۔ ان کے علاوہ بقیہ تمام قراء کا اتفاق ہے کہ اس مُقام پر مدہی کیا جائے۔مدِمتصل اور مدِمنفصل میں ہمیشہ توسط کی مقدار کو احسن جانا ہے،اور حضرت الامام حفصؒ کے ہاں توسط کی مقدار میں تین اقوال ہیں۔

دوالف یعنی چار حرکات۔

ڈھائی الف یعنی پانچ حرکات۔

چار الف یعنی آٹھ حرکات۔

حضرت امام ابن الجزریؒ کے ہاں قصر بھی جائز ہے۔مد چونکہ حروفانِ مدّ ہ میں ضعف اور ہمزہ میں قوت ہونے کے باعث ثقل ہو جانے کی بناء پر کیا جاتا ہے۔اس لئے مقدارِ مد میں اختلاف پایا جاتا ہے، کیونکہ بعض قراء کے ہاں ہمزہ کا ثقل حروفانِ مدّ ہ میں دوالفی مد کرنے سے دور ہوتا ہے۔اور بعض کے ہاں ڈھائی الف مد کرنے سے، اور بعض کے ہاں چار الف مد کرنے سے۔یہ اختلاف گرچہ طرُق کا ہے، پر ثابت عن الروایت ہے، ماسبق میں مقدارِ مد پر لکھا جا چکا ہے،اس کو ذہن میں ضرور رکھئے گا!

۳؎ **مدلازم:** حروفانِ مدہ کے بعد اگر سکون آجائے تو اس کی دوصورتیں ہیں۔سکونِ لازم۔

سکونِ عارض۔

سکونِ لازم وہ ہے جو وقف اور وصل ہر دو حالت میں موجود رہے۔

سکونِ عارض وہ ہے جو وصل میں حرکت سے بدل جائے اور وقف میں پیدا ہو جائے۔

اگر حروفانِ مدہ کے بعد سکونِ لازم ہے تو اس کو مدِ لازم کہتے ہیں، اور اگر سکونِ عارض ہے تو اس کو

مدِ عارض وقفی کہتے ہیں، اور مدِ لازم کی چار قسمیں ہیں، جن چار اقسام کی دلیل صاحب خلاصۃ البیان نے اس طرح تحریر فرمائی ہے:۔

اِنْ لَزِمَ فِی الْمُشَدَّدِ مِنَ الْکَلِمَةِ فَکَلْمِیٌّ مُثَقَّلٌ . اَوْ مِنَ الْحُرُوْفِ الْمُقَطَّعَاتِ مِنْ نَقَصَ مَسْلَکَ فَحَرْفِیٌّ مُثَقَّلٌ . اَوْ فِی الْمُخَفَّفِ مِنَ الْکَلِمٰتِ . فَکَلْمِیٌّ مُخَفَّفٌ . اَوْ مِنْ الْحُرُوفِ فَحَرْفِیٌّ مُخَفَّفٌ . وَکُلٌّ مِّنَ الْاَرْبَعَةِ لَازِمٌ یُعَدُّ بِثَلٰثِ اَلِفَاتٍ . (نَقَلْتُهٗ مِنْ خلاصۃ البیان)

ترجمہ: اور اگر سکون لازم کلمۂ مشدد میں ہو، تو مد لازم کلمی مثقل بنتی ہے، یا حروف مقطعات (نَقَصَ مَسْلَکَ) والے حروف میں ہوتو مد لازم حرفی مثقل بنتی ہے۔ یا سکون لازم کلمہ مخفّفہ میں ہو، تو مد لازم کلمی مخفف بنتی ہے۔ یا حروف مُخففٌ میں ہوتو مد لازم حرفی مُخففٌ بنتی ہے۔ ان چاروں مد لازم کی اقسام میں مدتین الف کی مقدار میں کیا جائے گا۔ یعنی سکونِ لازم یا کلمہ میں ہوگا یا حرف میں۔ کلمہ اور حرف میں بھی دو صورتیں ہیں، کلمہ مشدّ د ہوگا یا مُخفّف، حرف مشدد ہوگا یا مُخففٌ۔ اگر سکونِ لازم کلمہ مشدّ د میں ہے، تو مد لازم کلمی مثقل ہوگا، جیسے۔ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۔ اَتُحَآجُّوْٓنِّی ۔ اور سکون لازم کلمہ مُخفف میں ہے تو مد لازم حرفی مثقل ہوگا۔ جیسے۔ الٓمّٓ۔ الٓمّٓصٓ۔ الٓمّٓرٰ۔ اور اگر سکون حروف مُقطعات مُخففٌ میں ہوتو مد لازم حرفی مُخفف کہلائیگا۔ جیسے۔ حٰمٓ۔ طٰسٓ۔ نٓ۔ قٓ۔

سوال:۔ ان ہر چہار مد کو مد لازم نام کیوں دیا گیا؟

جواب:۔ حرفِ مد کے بعد سکون لازم ہے، اور سکون لازم مد کے اسبابِ قوی میں سے ہے۔ تو چونکہ حرف ساکن کے بعد سکون کی ادائیگی حرکت کی نسبت سے زیادہ ثقیل ہے، جسکی وجہ سے کلمہ اور حروف میں ثقل پایا جارہا ہے۔ اسی ثقل کو دور کرنے کیلئے مد کیا گیا ہے۔ مد لازم کے چاروں اقسام میں بالاتفاق طول ہوگا۔ توسط اور قصر جائز نہیں ہے، اور طول کی مقدار خلاصۃ البیان کی عبارت سے تین الف ظاہر

ہورہی ہے۔ چنانچہ حضرت علامہ جزریؒ، اورمّلا علی قاریؒ فرماتے ہیں، کہ مدلازم اور مدمتصل میں قصر کرکے پڑھنالحنِ جلی اور خطاءِ فاحش ہے۔

انتباہ:۔ حروفِ مُقطعات ان حروف کو کہتے ہیں، جوقرآن کریم کی بعض سورتوں کے اوائل میں آتے ہیں۔ چونکہ ان حروف کو باہم دیگر جوڑ کرنہیں پڑھا جاتا بلکہ علاحدہ علاحدہ پڑھا جاتا ہے، اسلئے ان کا نام حروفِ مُقطعات پڑ گیا (یعنی وہ حروف جو بالکل الگ الگ کاٹ کر پڑھے جانے والے ہیں) حروف مُقطعات قرآن کریم کی ۲۹ سورتوں کے شروع میں آتے ہیں۔ اوران کی جمیع تعداد '۱۴' ہے، جن میں سے سات حروف ایسے ہیں، جن میں مدلازم پائی جاتی ہے، اوروہ سات یہ ہیں ن، ق، ص، م، س، ل، ک جن کا مجموعہ نَقَصَ مَسُلِکُ بنتا ہے۔ بعض حضرات نے ع کو اسی مجموعہ میں لکھا ہے، اور نَقَصَ عَسَلُکُمْ مجموعہ بتایا ہے۔ چونکہ عین میں مدلازم نہیں ہے، بلکہ مدلین لازم پایا جاتا ہے۔ اور یہاں پر مدلازم کی بات کی جارہی ہے۔

۴مدعارض وقفی: حروف مدہ کے بعد سکون وقف کی وجہ سے آجائے، تو اس مدکو مدعارض وقفی کہتے ہیں۔ جیسے، نَسْتَعِیْنُ۔ تُکَذِّبَانِ۔ یَعْلَمُوْنَ ۔ اس میں طول توسط اور قصر تینوں جائز ہیں۔ کُتبِ فن میں ہرتین کی وجوہات لکھی ہیں۔ چنانچہ طول اس لئے ہوگا کہ حرفِ مدہ کے بعد سکون پایا جارہا ہے، جو مد کا قوی سبب ہے۔ اور توسط اس لئے ہوگا کہ سکون اگر چہ موجود ہے، لیکن سکون عارض ہے، اور سکونِ عارض کی اہمیت سکونِ لازم سے کمتر ہے۔ اور قصر کی دو وجوہات ہیں، پہلی وجہ یہ ہے کہ مد اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے بن رہا تھا۔ اور اجتماعِ ساکنین اہل زبان کے ہاں باعث ثقل ہے، اور مد کرنے سے اس ثقل میں تخفیف کرنی مقصود ہے، لیکن وقف کرتے وقت اہل عرب کے ہاں بھی اجتماعِ ساکنین کی جوازیت ثابت ہے، اور کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا جب ثقل جو مد کی علت بن رہا تھا مفقود ہوگیا، تو طول اور توسط کی حاجت بھی رفع ہوگئی، اور قصر باقی رہا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ طول اور توسط مد کی مقدارِ اصلیہ ہیں۔ قصر کوئی مقدار ہی نہیں، بلکہ طبعاً ایک الف کے برابر دراز کرکے پڑھنے کا نام ہے۔ اگر سببِ عارض کو بنیاد بنائیں گے، تو طول یا توسط ہوگا، اور اگر سببِ عارض کا اعتبار نہ کیا جائے تو

قصر سے آگے بڑھنے کی حاجت ہی باقی نہیں رہتی۔ و اللّٰہ اعلم۔

۵ مدلین عارض: اس کی دو قسمیں ہیں۔ مدلین لازم۔ مدلین عارض۔

مدلین لازم : اس کو کہتے ہیں کہ حرفِ لین کے بعد سکون لازم آجائے (جو وقف ووصل میں پڑھا جاتا ہو) اس کی صرف دو مثالیں قرآن حکیم میں حروفِ مقطعات میں سے عینِ مریم اور عینِ شُوریٰ میں پائی جاتی ہیں، جیسے۔ کٓھٰیٰعٓصٓ ۔ حٰمٓ ۔ عٓسٓقٓ۔

مدلین عارض: حرفِ لین کے بعد اگر سکون وقف کی وجہ سے آجائے تو مدلین عارض بنتی ہے۔ جیسے۔ خَوْفُ ○ صَيْفُ ○ اس میں بھی طول توسط اور قصر تینوں جائز ہیں، لیکن مدلازم کے برعکس قصر اولیٰ ہے، پھر توسط اور پھر طول۔ و اللّٰہ اعلم۔

بفضلِ ایزدِ متعال۔ مدّات کی تمام اقسام مع امثلہ تحریر میں آچکی ہیں (جن حضراتِ طلباء کو تفصیل مطلوب ہو وہ کُتبِ مطوّلات کی طرف رجوع کریں) اب ایک نہایت مُفید اور ضروری بات جو مد کے قبیل سے ہے۔ عرض کئے دیتا ہوں، شاید خُدا ہمیں عمل کی توفیق عنایت فرمائے، اور پیارے نبی اکرم ﷺ کا طریقہ زندہ ہو جائے، اور وہ بات یوں ہے۔ کہ جس طرح مد کے ظاہری اسباب حروفِ مدہ کے بعد ہمزہ اور سکون کا آنا ہے، اسی طرح ایک باطنی سبب بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ مدِ منفصل میں کلمۂ نفی پر مد کرتے ہوئے مبالغہ کرنا، اس کو مدِ مبالغہ کہتے ہیں، جیسے لَآ اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰه اور لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ ، وغیرہ کلمات میں لا پر مد کر کے غیر کی نفی اور اِلاَّ اللّٰہ پر توحید کا اثبات کرنا۔ یہ عمل اہل عرب کے ہاں بھی مُروّج ہے، کہ وہ لفظِ دعا اور استغاثہ میں مد مبالغہ کرتے ہیں، تو کلمۂ لا پر مد مبالغہ کرنا بدرجہ اولیٰ ہے، اور کلمۂ نفی پر مد مبالغہ کرنا اہل عرب کے ہاں مد کا قوی سبب ہے۔ حضرت ملّا علی قاریؒ اپنی کتاب المنح الفکریہ شرح مقدمۃ الجزریہؒ میں لکھتے ہیں۔

وَهٰذا مَذهَبُ مَعْرُوْفُ، عِنْدَ الْعَرَبِ، لِاَنهَا تَمُدُّ عِنْدَالدُّ عآءِ وَعِنْدُ اَلاَ ستغاثة، وَقدْ اِسْتَحَبّ الْعُلَمَآء الْمَحقِّقُوْنَ مَدُّ الصَوْتِ

بِلاَ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ اَشْعَارَ اَیمَانَ کَرْنَاہُ۔

نقشہ مدات

وہ مد متصل جس کے ہمزہ پر دو زبر نہ ہوں۔اور وقف کر لیا جائے، مثلاً یَشَآءُ ط قُرُوْءٍ ط سَوَاءُ ط اسمیں قصر کرنا ہرگز جائز نہیں، بلکہ طول یا توسط کی مقدار لازمی ہے۔

کلمات ازان میں مد کی حقیقت

محترم قارئین کتاب: غالباً اہل عرب ہی کے مذکورہ طریق سے بعض قرأء اور پھر عوام الناس نے یہ اخذ کرلیا، کہ مد مبالغہ کی حیثیت بھی دوسری مدات جیسی ہے، اور کلمات اذان میں اُن کلمات پر بھی مد کرنا ضروری سمجھ لیا۔ جہاں صرف ایک الفی مد کا حکم ہے، جبکہ کلمات اذان میں مد کی دو قسمیں ہیں۔

۱) **مدّ فرعی** اور ۲) **مد اصلی، مد فرعی:** کلمہ توحید میں دوجگہ (دوبار) یعنی اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں لاکلمہ پر اور اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً ارسُول اللّٰه میں دوجگہ لفظ اللہ پر وقفاً، اور اسی طرح حَیَّ عَلَی الصَّلٰواۃُ اور حِیَّ عَلَی الفَلَاح میں لفظ صلوٰۃ، اور فلاح پر، وقفاً، ور الصَّلوٰۃ خیرٌ مِّنَ النَّوْمِ میں لفظ نوم پر وقفاً، ان کلمات میں مد فرعی میں درازی کی آخری مقدار مد متصل میں توسط ہے، اور مد عارض وقفی میں طول ہے، اس سے آگے کا کوئی قول نظر سے نہیں گذرا، اور مد اصلی اذان میں درج ذیل مقامات پر آتی ہے۔ لفظ اللہ کے لام پر چھ جگہ اور کلمہ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌمِّنَ النَّومِ میں لفظ صلوٰۃ پر دوجگہ، مد اصلی کو مد طبعی بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس کو ایک الف سے زائد درازی پر طبعیت کا اِقتضاء نہیں ہوتا۔ لیکن آج کل کی اذانوں میں مئوذن دُنیا بھر کا طول کرتے ہیں، اذان دنیا سنت موکدہ علی الکفایہ ہے، لیکن صحتِ الفاظ اور مدات کا علم ہونا واجبات میں سے ہے۔ مئوذّن کو لازم ہے کہ اول مرحلہ میں اذان کے الفاظ کو سیکھے، اور پھر اذان دے۔ وادی کی اکثر مساجد میں اذانوں میں نہایت عجیب، اور بدّھی قسم کی اغلاط کی جاتی ہیں، جن سے کلمات کا معنی ہی بدل جاتا ہے، مثال، اللہ اکبر کے شروع میں ایک ہمزہ زیادہ پڑھا جاتا ہے، اور اس پر مد کر کے اس طرح ادا کرتے ہیں۔ آ اَللہ اَکبرَ ، اس صورت میں معنی بدل کر یہ ہوجاتا ہے، کیا اللہ بڑا ہے؟ یعنی استفہام انکاری کی صورت پیدا ہوجاتی ہے، اور اگر بخت کی یاوری سے ہمزہ استفہامیہ نہ پڑھا، بلکہ صاف اللہ اکبر، ادا کر دیا ہو، تو پھر لفظ اکبر میں رہی سہی کسر نکال دیتے ہیں، اور اَکبرَ میں با اور را کے درمیان الف بڑھا کر اَللہ اَکبَارُ پڑھتے ہیں، معنیٰ اللہ بہت سارے ہیں جو بڑے ہیں، قرنِ

اول کا مُؤذن تو اِلہٰ واحد کی صدا پھیپھڑوں کی پوری قوت سے لگا رہا تھا، اور زمانہء حال کا مئوذن اسی طاقت کے ساتھ بتان آزری کے اثبات کی صدا لگا رہا ہے، اسی طرح لفظ اشہدُ کے ھا اور دال میں مد بڑھی جاتی ہے، اور اشہٰدُ و پڑھتے ہیں، جو صراحتاً غلط ہے۔ یہی حال حیَّ علیٰ الصَّلٰوۃ اور حیَّ علی الفلاح کی یا اور عین پر مد پڑھ کر کیا جاتا ہے، جبکہ یا اور عین ہر دو پر حرکت پڑی ہے (یعنی مد اصلی بھی نہیں)، اور کلمئہ الصَّـلٰـوۃُ خَیـرٌ مِّـنَ النَّوم، کے شروع میں ہمزہ استفامیہ بڑھا کر یوں پڑھتے ہیں۔ اَألصَّـلٰوۃ خَیر مَنٗ النوّم۔ کیا نماز نیند سے بہتر ہے؟ یہاں بھی استفام انکاری کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ غرض الکلام یہ ہے کہ جس طرح مد لازم اور واجب (مد متصل) میں قصر کرنا کسی کے ہاں بھی جائز نہیں ہے، اسی طرح مد اصلی میں ایک الف سے زائد مقدار میں مد کرنا لحن جلی اور خطاء فاحش ہے، جس سے بچنا واجب ہے، مذکورہ اغلاط کی صورت میں اذان ادا نہیں ہوتی ہے، بلکہ دوبارہ صحیح تلفظ کے ساتھ اذان کہی جائے۔

ہر مکتبہ فکر سے درد بھری التماس

اپنی ریاست جموں وکشمیر میں عموماً اور وادی میں حضوصاً مختلف مکاتِب فکر دینی کاموں میں مصروفِ عمل دکھائی دیتے ہیں، لیکن علم تجوید وقرأت اساسی اور لازمی علم ہے، پر کام اور پھر محنت صرف مدارس میں ہی کی جاتی ہے، دیگر مکاتب فکر کو بھی لازم ہے کہ صحت الفاظ کے عنوان پر اپنے ہاں بھر پور محنت کریں۔ حضوصاً اذان کے کلمات اور نماز کے ضروری اسباق میں صحت الفاظ ومخارج کی محنت لابُدی ہے، اکابر امت کا فرمان ہے، کہ امت کے اسبابِ زوال میں سے ایک سبب اذان کے کلمات کی عدم صحت بھی ہے، جملہ مکاتب فکر کی توجہات کی اشد ضرورت ہے۔

وصـل کا بیان:۔ وصل یعنی حتی الامکان سانس اور آواز کو جاری رکھتے ہوئے پڑھنا، اولاً اسکی دو قسمیں ہیں (۱) اتصال حرف با حرف، اس کا حکم یہ ہے کہ کلمات واجزاء، اور متعلقات کلام کو، ایک دوسرے سے ملاتے ہوئے پڑھنا، یہ قرأت بالترتیل میں اصل اور بنیاد ہے۔ (۲) اتصال موقوف

باموقوف، اس کا حکم یہ ہے کہ سرعتِ قرأت میں محلِ اوقاف پر وقف نہ کرے، بلکہ قاری ایک موقوف کو دوسرے موقوف سے ملاتے ہوئے پڑھتا چلا جائے، یہ قرأت باالحدر میں اصل اور بنیاد ہے، بعض عوام الناس وقف کے عمومی قواعد تو معلوم کر لیتے ہیں، لیکن وصل کے قواعد سے بالکل ناواقف ہی رہتے ہیں، جسکی وجہ سے ان مواقع پر صریح غلطی کر جاتے ہیں، جہاں وصلاً پڑھنے میں قاعدہ بدل جاتا ہے، جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ہ کو جب آگے کی آیت سے بغیر سانس توڑے ملا کر پڑھنا چاہتے ہیں، تو ماقبل کلمہ کو مابعد سے یوں ملاتے ہیں، کہ اَحَدٌ کی تنوین پڑھ کر یا دال ساکن کر کے لفظِ اللّٰهُ الصَّمَدُ ہ کا ہمزہ وصلی نہیں گراتے، اسی طرح سورۃ الفاتحہ میں اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ہ کا وصل اِهْدِنَا کے ساتھ اس طرح کرتے ہیں، کہ ن پر ضمہ پڑھکر یا ن ساکن کر کے، لفظ اِهْدِنَا کے ہمزہ وصلی کو نہیں گراتے، یہی صورت اکثر مواقع میں اختیار کر کے قواعد تجوید و عربی کے خلاف پڑھتے ہیں۔

اقسام وصل:۔ وصل کی دو قسمیں ہیں ۱ وصل بنیت وصل ۲ وصل بنیت وقف، قسم اول کو ہی قراء وصل کہتے ہیں، جب کسی کلمے کا دوسرے کلمے کے ساتھ وصل کرنا مقصود ہو، تو اس کلمے کا آخر جسکو کو ملایا جائے اور دوسرے کلمے کا اول جس سے ملایا جائے، ان دونوں کے آخر اور اول حرف کی حرکت اور سکون کے اعتبار سے چار صورتیں ہیں، ۱ دونوں متحرک ہونگے ۲ یا دونوں ساکن ہونگے ۳ یا پہلا حرف ساکن اور دوسرا متحرک ہوگا ۴ یا پہلا متحرک اور دوسرا ساکن ہوگا۔

۱ قسم اول کا نام وصل حرکت بالحرکت ہے، اس صورت میں قاری اعراب و حرکات کو ظاہر کرتے ہوئے پڑھتا جائے۔ کیونکہ بحالت وصل حرکات کو ظاہر کرنا ضروری ہے، جیسے تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ہ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ہ وغیرہ ۲ قسم دوم کا نام وصل سکون بالسکون ہے، اس حالت میں اگر پہلا حرف ساکن ہو تو حرف مدہ گر جائے گا، جیسے يَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰی ہ اَللّٰهُ میں، اگر کلمۂ اَخْفٰی کا وصل کلمۂ اللہ کے ساتھ کریں گے، تو کلمۂ اَخْفٰی میں الف مدہ گر جائے گا، کیونکہ دوسرے کلمے میں حرفِ الف خالی الحرکت ہے اور اَلّٰا

تَعْدِ لوُ اِعْدِ لُوُ میں اگر کلمۂ اول کا وصل کلمۂ ثانی میں کریں گے، تو اَلَّا تَعْدِلُوا میں حرف مدہ واوساقط ہوجائے گا۔ کیونکہ اعَدْ لوا میں صرف اول ساکن ہے اور ھارُونَ اَخی اشْدُدْ بِہٖٓ اَزْرِیْ میں اگر اخی کا وصل اُشْدُدْ کے ساتھ ہو تو اَخی میں حرف مدہ یا ساقط ہو جائے گا ان ہر سہ امثلہ میں کلمہ ثانی کا ہمزہ وصلی بھی گر جائے گا، اور ساکن من جارہ یعنی کلمئہ مِن کا جب وصل کلمۂ ثانی کے ساتھ ہو یا آلٓمّٓ ٥ اللّٰہُ میں م کا وصل کلمۂ اللہ کے ساتھ ہو، تو کلمۂ اول کے حرف آخر کو فتح کی حرکت دینی چاہئے، اور اگر ساکنِ اول 'م' جمع ہو تو حرکت ضمہ کی دینی چاہیے، جیسے بَیْنَنا وَ بَینَکُم ط اللّٰہُ یَجْمعُ بَیْنَنا ، اور اگر ساکن اول م کے علاوہ کوئی دوسرا حرف ہو تو اس کو حرکت کسرہ کی دی جائے گی، جیسے قَدِیر ٥ نِ الَّذیْ ، مُرِیْب ٥ نِ الَّذِی ، اَحَدُ ٥ نِ اللّٰہُ االصَّمَدُ ٥ وغیرہ قاری ان صورتوں میں ہمزہ وصلی کو حذف کرکے ساکنِ اول میں جہاں جس حرکت کا قاعدہ بیان ہوا ہے اُسی حرکت سے وصل کرتا چلا جائے۔ ۳۔ قسم سوم کا نام وصل حرکت باالسکون ہے، اس صورت میں پہلے کلمہ کی آخری حرکت کو دوسرے کلمہ کی سکون کے ساتھ ملاکر پڑھتا جائے، جیسے وَ اِیاُ کَ نَسْتُعِینُ ٥ اھْدِنا الصِّراطَ المُستَقِیمَ ٥ ۴۔ قسم چہارم کا نام وصل سکون بالحرکت ہے: اس صورت میں کلمۂ اول کے آخری سکون اور کلمۂ ثانی کے شروع کی حرکت دونوں کو خوب ظاہر کرکے ادا کرنا ضروری ہے۔ جیسے یٰسٓ ٥ وَالْقُرْانِ الحَکِیمُ ٥ قٓ ٥ وَالْقُرانِ الْمجِیْدِ ٥ صٓ ٥ وَالْقرانِ ذِی الذِّکرِ ٥

وصل بنیت وقف :۔ اوپر وصل بنیتِ وصل کی چار اقسام کو بیان کیا ہے، اور اب وصل کی قسمِ دوم: وصل بنیت وقف کو بیان کیا جا رہا ہے، بلا سانس اور آواز بند کئے ہوئے پڑھ کر حکم وقف کا دینا، اس کو وصل بنیت وقف کہتے ہیں، اس قسم کا وصل سات کلمات میں آیا ہے، وہ کلمات سبعہ درج ذیل ہیں ۱۔ لَمْ یَتَسَنَّہ (سورۃ بقرہ) میں، ۲۔ اِقْتَدِہ (سورۃ انعام میں) ۳۔ کتَابِیہْ ۴۔ حِسَابِیَہْ ۵۔ مَالِیَہْ ۶۔ سُلْطَانِیَہْ (سورۃ حاقہ میں) ۷۔ مَاھِیَہْ (سورۃ قارعہ

میں)ان کلمات کے آخر میں جو ھا ہے، اسکو ہائے سکتہ کہتے ہیں، محاورہ عرب میں بحالت وقف یعنی آخر کلمہ میں اس قسم کی ھا کو زائد کیا جاتا ہے، تا کہ آخر میں موقوف خوب ظاہر رہے، اسی محاورۂ عرب کے موافق ان کلمات میں بھی ہائے سکتہ بحالت وقف ثابت ہے، یہ ھا اگر چہ زبانِ عرب میں وقف کے ساتھ مخصوص ہے، لیکن چونکہ ھا ان کلماتِ سبعہ میں مرقوم ہے، اسوجہ سے اکثر قرأء اس ہا کو وصل کی حالت میں بنیت وقف ہی پڑھتے ہیں۔

انتباہ:۔ ان کلماتِ سبعہ کے علاوہ وصل بنیت وقف کہیں نہ کریں، سکتہ اور وصل بنیت وقف میں فرق ظاہر ہو گیا، کہ وصل بنیت وقف میں آواز بالکل بند نہیں ہوتی ،اور سکتہ میں آواز بالکل بند ہو جاتی ہے، سکتہ کے تفصیلی مسائل وقف کے بیان میں دیکھیں۔

ھائے ضمیر کا قاعدہ

اس قاعدہ کو بیان کرنے سے قبل دو باتوں کو جاننا ضروری ہے ۱۔ اشباع ۲۔ صلہ، اشباع لُغتہً حرکت کے دراز کرنے کو کہتے ہیں، اتنی درازی کہ جس سے مد پیدا ہو جائے، جیسے مَالَ، طَالَ، تَتلُوْ ، وغیرہ اور صلہ اس ادا کو کہتے ہیں جو حرکت کے اشباع کرنے سے پیدا ہو ،اس صلہ کی مقدار واوٴ مدہ اور یائے مدہ کے برابر ہوتی ہے۔ اشباع اور صلہ میں ادائیگی کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے، ہاں اصطلاحی فرق ضرور ہے، اگر ہائے ضمیر کے علاوہ کسی دوسرے کلمہ کی حرکت کا اشباع کیا جائے تو اس کو بھی اشباع ہی کہتے ہیں۔(جن میں اس قاعدہ کے خلاف پڑھنے کا حکم ہے) ۔اور اگر ہائے ضمیر کی حرکت کا اشباع کیا جائے تو اس کو صلہ کہتے ہیں، جیسے مَا لَہٗ، کِتٰبِہٖ ،وغیرہ صلہ صرف ضمہ اور کسرہ ہی میں کیا کرتے ہیں، ہائے ضمیر کے باب میں قرأء سبعہ کا اختلاف ہے، لہٰذا مختصراً روایت حفصؒ کے مطابق چند قواعد بیان میں آرہے ہیں، قاعدہ ۱۔ جب ہائے ضمیر کے ماقبل کسرہ یا یائے ساکنہ ہو تو ہا کو کسرہ ہی کی حرکت دی جائے، جیسے بِہٖ ۔ عَلَیْہِ ۔ لِبَنِیْہِ ۔ حَضَرَ مَوْتِہٖ یہ مسلمہ قاعدہ ہے، لیکن اس قاعدے سے ہٹ کر چار الفاظ استعمال ہوئے ہیں، وہ کلمات اربعہ یہ ہیں، وَمَـــــــآ

اَنۡسَانِیۡہُ ۔ عَلَیۡہُ اللّٰہَ ۔ اَرۡجِہۡ ۔ فَاَ لۡقِہۡ (سورۃ کھف فتح اعراف) گویا کہ ان کلمات اربعہ کے علاوہ ہائے ضمیر اپنے ماقبل کسرہ اور ہائے ساکنہ کی حالت میں مکسور ہی استعمال ہوئی ہے، قاعدہ ۲ جب ہائے ضمیر کے ماقبل کسرہ اور ہائے ساکنہ بھی نہ ہوتو ہائے ضمیر مضموم ہوگی، جیسے کہ رَسُوۡلُہٗ ۔ مِنۡہُ ، عَنۡہُ ۔ اَخَاہُ ،قرآن کریم میں اس قاعدہ کے خلاف بھی ایک لفظ ایک جگہ آیا ہے، وَ یَتَّقۡہِ فَاُوۡلٰٓئِکَ ھُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ اس مثال میں ہا مکسور ہے۔ قاعدہ ۳ جب ہائے ضمیر کے ماقبل اور مابعد دونوں طرف میں حرکت ہوتو صلہ ہوگا، یعنی پیش کی حالت میں الٹا پیش پڑھا جائے ،اور اگر ہاء کے نیچے زیر ہوتو کھڑی زیر پڑھی جائے ۔پیش کی مثال رسُوۡلُہٗ اَحَقُّ ۔زبر کی مثال اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَہٗ، وَقُرۡاٰنَہٗ ۔ زیر کی مثال مِنۡ رَّبِّہٖ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۔قرآن کریم میں صرف ایک جگہ اس قاعدے کے خلاف ہے کہ وہاں ہائے ضمیر کا صلہ نہیں کیا ہے۔ وَاِنۡ تَشۡکُرُوۡا یَرۡضَہُ لَکُمۡ ، مثالِ مذکورہ میں ھائے ضمیر کے ماقبل حرف پر فتح ہے، قاعدہ ۴ جب ہائے ضمیر کے ماقبل کوئی ساکن حرف ہوتو ھائے ضمیر کی حرکت کا اشباع ہرگز نہ ہوگا، جیسے مِنۡہُ عَنۡہُ صرف ایک جگہ قرآن کریم میں ایسی ہے جہاں ہائے ضمیر کے ماقبل حرف ساکن ہونے کے باوجود ہاء کی حرکت کا اشباع کیا گیا ہے،اور وہ لفظ سورۃ فرقان کے آخری رکوع میں آتا ہے، فِیۡہٖ مُھَانًا ، گزارش ۔طلباء حضرات اس سبق کو سمجھنے سے قبل اشباع اور صلہ کی درج کردہ تعریف کو بخوبی سمجھ کر یاد کریں، تب یہ مختصر چار قواعد سمجھ میں آسکتے ہیں مزید تحقیق اساتذۂ فن سے حاصل کریں۔

الف اور همزه میں فرق

۱ الف کلمہ کے شروع میں نہیں آتا ہے۔

۲ الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے، یعنی اس پر حرکت اور سکون نہیں ہوتی۔

۳ الف سے ماقبل ہمشیہ زبر ہی ہوتا ہے۔

۴ الف کی ادائیگی میں جھٹکا نہیں ہوتا جیسے نَاسِ ۔ حَالَۃٌ ۔ قَابِلۃٌ ۔

۱ اور ہمزہ شروع کلمہ میں بھی آتا ہے۔

۲ بیچ اور آخر کلمہ میں بھی آتا ہے۔

۳ متحرک اور ساکن بھی ہوتا ہے۔

۴ اور ہمزہ کے ماقبل تینوں حرکتیں آتی ہیں۔

۵ سکون کی حالت میں جھٹکے سے ادا ہوتا ہے، جیسے اُولٰٓئِکَ ۔ اُنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ. بَدَاْنَا. مُئُوصَدَۃٌ ۔ نَبِّئِی

قواعد ھمزہ

۱ جب دو ہمزہ جمع ہوں پہلا متحرک اور دوسرا ساکن ہو، تو ساکن ہمزہ کو ماقبل کی حرکت کے موافق حرف علت سے بدلنا واجب ہے، جیسے اٰمَنَ جو دراصل اَءْمَنَ تھا، اُوْمِنَ جو دراصل اُءْمِنَ تھا، اِیْمَانَا جو دراصل اِءْیمَانَا تھا ہر سہ مقامات پر ماقبل کی حرکت کی رعایت رکھ کر حروف علت ۔ الف ۔ واؤ، اور یا سے، بالترتیب ہمزہ ساکن کی تبدیلی عمل میں آئی ہے۔ ۲ جب دو ہمزہ متحرک جمع ہوں اور دونوں قطعی ہوں تو تحقیق ہوگی، (یعنی ہمزہ کو اپنے مخرج سے مع صفتِ شدّت ادا کیا جائے گا) اسکو تحقیق ہمزہ کہتے ہیں، مگر ءَاَعْجَمِیٌّ، کا ہمزہ جو کہ سورۃ حٰم سجدہ میں ہے، اس میں بجائے تحقیق کے تسہیل کی جائے گی، یعنی ہمزہ کو ہمزہ اور اس حرف علت کے درمیان پڑھا جائے گا، جو ہمزہ کی حرکت کے موافق ہو، لہٰذا مثالِ مذکورہ میں نہ بالکل ہمزہ ہی پڑھا جائے، اور نہ الف، بلکہ الف اور ہمزہ دونوں کی درمیانی صورت اختیار کی جائے گی۔ ۳ اگر پہلا ہمزہ استفہام کا ہو، اور دوسرا ہمزہ وصلی اور مفتوح بھی ہو، تو دوسرے ہمزہ میں تسہیل اور ابدال دونوں جائز ہیں، مگر ابدال اولیٰ ہے، یعنی ہمزہ کو حرف علت سے بدلکر پڑھنا بہتر ہے، قرآن کریم میں اس قاعدے کے تین الفاظ ہیں آٰلْئٰنَ ۔ آٰللّٰہُ. آٰلذّٰکَرَیْنِ ۴ اگر پہلا ہمزہ استفہام کا ہو

اور دوسرا ہمزہ وصلی ہو پر مفتوح نہ ہو، تو دوسرا ہمزہ حذف کر دیا جائے گا، جیسے اَفْتَرٰی۔ اَصْطَفٰی ان کی اصل ءَ اِفْتَرٰی ءَ اِصْطَفٰی تھی، **فائدہ**: سورۃ حجرات میں بِئْسَ الِا اسْمُ الْفُسُوْقُ میں الاسم کے لام کے آگے پیچھے جو دو ہمزہ بشکل الف لکھے ہیں، انہیں بالکل نہ پڑھا جائے، اسکلمہ مذکورہ کو پڑھنے کا طریقہ یہ ہے، لفظ بِئْس کو الگ پڑھا جائے، اور اِلِا سْمُ کے لام کو کسرہ کی حرکت دیکر سین کے ساتھ ملا دیا جائے، اور اسم کو حرکت ضمہ کی دیکر الْفُسُوْق کے لام کے ساتھ ملا کر یوں پڑھا جائے، بِئْسَ الِا اسْمُ الْفُسُوْقُ۔ ہمزہ کے بقیہ قواعد کتب مطولات میں دیکھے جائیں گے۔

علم الاوقاف:۔ ترتیل کا جزءِ ثانی

ترتیلِ قرآن کے دو اجزاء ہیں ۱) تجوید ۲) وقف (توقیف) تجوید کیطرح توقیف بھی ترتیل کا اہم جز ہے، وقف کی معرفت کے بغیر آیات کے معانی و مفاہیم کے ادراک کا حصول امر مشکل ہے، ہماری مادری زبانوں میں بھی اوقاف کا سلسلہ موجود ہے، کہ اگر صحیح مقام پر متکلم نہ رُکے، یا صحیح مقام سے متکلم بات شروع نہ کرے، تو مطلب کچھ کا کچھ ہو جائیگا، مثلاً ٹھر! مت جا، کے جملہ میں اگر لفظ ٹھر مت پر رکا نہ گیا تو معنی ہوگا چلتا رہ، اور اگر لفظ ٹھہر پر توقف کیا اور پھر مت جا کا تلفظ کیا جائے، تو معنی ہوگا ابھی رُکا رہ، اسی طرح عربی زبان کا حال ہے، نہایت ہی فصیح و بلیغ ہونے کے باوجود بھی، اگر کلمات میں توقف کا سلسلہ قائم نہ کیا جائے، تو مطالب کے فہم میں دشواری آتی ہے، مثلاً حضرت امام شعبیؒ جو تابعین میں علم فقہ اور اصول و فروع میں مقتدا کی حیثیت رکھتے ہیں، اُن کی تحقیق ہے، اِذَا قَرَاْتَ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ فَلَاتَسْكُتَ حَتّٰى تَقْرَاءَ ، وَجْهُ رَبِّكَ ذُوْالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ○ یعنی جب قاری قرآن كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ کی تلاوت کرے تو یہاں پر توقف نہ کرے، بلکہ فوراً آگے کی آیت وَجْهُ رَبِّكَ

ذُوالجَلَالِ وَالاِکرَام o پڑھ لے، اسی طرح ہزاروں امثلہ ہیں، امام ھُزَلیؒ کی کتاب الکامل میں لکھا ہے، اَلوَقفُ حُلیَۃُ اُلتِلاَوَۃِ، وَزِینَۃُ القَّارِیُ، وَبَلاغُ التَّالی، وَفِھمُ المُستَمِعُ، وَفَخرُ العَالِم، وَبِہٖ یُعرَفُ الفَرقُ بیِنَ المَعنَینِ المُختَلِفَینِ، وَالنَّقِیضَینِ المُتَنَافِیَینِ، وَالحُکمَینِ المُتَغَآئرِین یعنی صفتِ وقف سے تلاوت کا حسن وزینت بڑھ جاتا ہے، تالی کو معانی تک رسائی حاصل ہوتی ہے، سامع کو معنی سمجھنے کی سہولت میسر آتی ہے، عالم کیلئے باعث فخر ہے، مختلف معانی اور متغائر احکام میں فرق ظاہر ہوتا ہے، سیدنا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ، نے ایت وَرَتِلِ القُراٰنَ تَرتِیلاً کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے التَرتِیل ھُوَ تَجُویدُ الحُرُوفِ وَمَعرِفۃِ الوُقُوفِ o ترتیل تجوید اور وقوف کی معرفت کا نام ہے، ایک اور محقق کا ارشاد عالی ہے، مَن لّم یَعرِفِ الوَقفَ لَم یَعرِفِ القُرآن، یعنی معرفت وقف سے معرفت قرآن ہے، لیکن آثار وقرائن سے وصل کی اہمیت بھی وقف سے کچھ کم نہیں ہے، خلاصۃ البیان والے بزرگ نے لکھا ہے: امّا الوَصلُ فَھُوَاَصلُ فِی القِراۃِ وَضعًالَّہ صَرِیحٌ فِی الاَعرَابِ الدَّالُ عَلَی المعَانِی المُعتَوَرَۃِ وَافصَحُ فِی العِبَارَۃِ، قرأت میں وضعی طور پر وصل اصل ہے، اسلئے کہ اظہار اعراب بھی ہوتا ہے، جس سے معنی متواترہ پر دلالت بھی ہوتی ہے، اور عبارت میں بھی فصیح ہے ، وقف عوارض میں ہے، جو بلاضرورت اور بے موقع ممنوع اور معیوب بھی ہے، کیونکہ اصل قرأت میں وصل ہے فصل نہیں، وصل کی صورت میں کلام مربوط رہتا ہے، چنانچہ شیخ الاسلام زکریاؒ نے فرمایا ہے کہ قاری کی مثال مسافر کی سی ہے، اور اوقاف کی مثال منازل کی۔ مسافر دوران سفر بلاضرورت رکنا ٹھہرنا ناپسند کرتا ہے، تضیع اوقات سمجھتا ہے، ہو بہو قاری قرآن کا بھی جگہ جگہ ٹھہرنا ہر مقطع اور ہر علامتِ وقف پر ناپسند ہے۔ قرأت قرآن خواہ ایک ہی لفظ ہو بلاضرورت ٹھہراؤ سے افضل ہے، لیکن یہ بات بھی مسلمات میں ہے، کہ مسافر کو اپنی تمام منزل بغیر استراحت طے کرنی دشوارتر ہے، اس لئے سایہ

دار درخت، سرسبز شاداب میدان اوراہم مقامات پر پڑاؤ کرنا پسند کرتا ہے، اور یہی حال تالی کا بھی ہے ، کہ ایک سانس میں معتدّ بہٖ تلاوت کا کرنا بھی امر دشوار ہے، فلہٰذا ماہرین فن نے ٹھہرنے نہ ٹھہرنے کی علامات کو متعین فرمایا، اور ابتدا و قطع قواعد کو بھی بیان فرمایا ہے۔

اقسام وقف باعتبار حال قاری

وقف کی تین قسمیں ہیں ۱۔ تام ۲۔ کافی ۳۔ حسن، ایسی جگہ وقف کرنا جہاں کلام کے مابعد کا تعلق ماقبل سے نہ لفظاً ہو اور نہ مَعناً ہو، اسکو وقف تام کہتے ہیں، اور یہاں ابتداء مابعد سے ہی ہوتی ہے، اور یہ وقف تام اکثر رؤس ایات پر ہی ہوتا ہے مثلاً وَمِمَّا رَزَقْنٰهُم يُنفِقُونَ ○ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِير ○ ایسی جگہ وقف کرنا کہ مابعد کلام کا ماقبل سے معناً تعلق تو ہو۔ پر لفظاً تعلق نہ ہو اس کو وقفِ کافی کہتے ہیں، یہ وقف فواصل۔ غیر فواصل، اور آیات، تینوں مقام پر ہوتا ہے مثلاً وَمِمَارزقنهُم ينفقون ○ وَمَآ اُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ اِلَّا اَنفُسَهُمْ ۚ عَلٰى هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ○ وقف کافی جواز وقف اور مابعد سے ابتداء کرنے میں تام کے ہم مثل ہے۔ ایسی جگہ وقف کرنا جہاں کلام مابعد کا ماقبل سے لفظی تعلق ہو، کہ وہاں وقف کرنے سے کلام کا مفہوم تام ہوتا ہو، اور فساد معنوی بھی نہ ہوتا ہو۔ اس وقف کو وقف حسن کہتے ہیں، یہ آیت پر بھی ہوتا ہے اور درمیان آیت پر بھی۔ اگر آیت پر ہوا ہے تو ابتداء مابعد سے کرنی چاہئے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں ہے، اور وقف حسن واجب اور سنت بھی ہے، کیونکہ حضرت ام سلمہؓ روایت فرماتی ہیں، کہ میرے سرتاج امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد ﷺ جب جب قرأت فرماتے، تو ہر آیت پر وقف فرماتے تھے، اور اس طرح تلاوت فرمایا کرتے تھے کہ بِسْمِ اللّٰه الرحمٰنْ الرحيم ○ پڑھ کر وقف فرماتے، اور پھر الحمد الله رب العالمين ○ پڑھتے اور وقف فرماتے، پھر الرحمن الرحيم ○ پڑھتے اور وقف فرماتے ، مٰلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ○ پڑھتے اور وقف فرماتے، غرض ہر آیت کو علحٰدہ پڑھکر وقف فرما کر پھر دوسری آیت

تلاوت فرماتے۔امام ابی داؤد ، امام ترمذی ۔ امام احمد وغیرہ حضرات نے اسکو حدیث حسن کہا ہے، اور اسکی سند کی صحت کے قائل ہیں۔ وقف قبیح :اور ایک قسم وقف اضطراری کی وقف قبیح ہے۔موقوف علیہ کا تعلق مابعد سے لفظاً و معنیً دونوں اعتبار سے ہوتو اس کو وقف قبیح کہتے ہیں، اور اسکی دو صورتیں بنتی ہیں ١ موقوف علیہ کلمہ تک اسقدر الفاظ نہ آتے ہوں، کہ سامع کلام کا مفہوم سمجھ سکے ٢ اسقدر الفاظ تو آگئے ہوں لیکن سامع کو نا مناسب وہم پیدا ہو جائے ،یعنی اس کلام سے غلط فاسد اور نا مناسب معنی پیدا ہو رہے ہوں، جو خلاف مقصد اور شان الٰہی کے نا مناسب بھی ہوں ،ایسے مقامات پر وقف اضطراری کیفیت ہی کی وجہ سے ہوسکتا ہے، نہ کہ ارادۃً وقصداً، اور اضطر اری حالت کھانسنے ،سانس تنگ ہوجانے، یا بھول جانے سے، پیدا ہوجائے گی مثلاً الحمد ۔ مالک ۔ صراط الذین ، وَ مِمَّا ، ذالک الکتابُ ۔ ان امثلہ میں کلام تام بھی نہیں، اور نہ مفہومِ مقصد ہی ہے، دوسری صورت کی مثالیں، وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِاَبَوَيهِ ، نساء رکوع ٢ اور انما يَسْتَجِيبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ط وَالْمَوْتٰی ١(انعام) ان دونوں مثالوں میں لفظ وَلِاَبَوَيهِ پر، اور والموتی ١ پر وقف کرنے سے کلام کا مقصد تبدیل ہوجاتا ہے، مثالِ اول کا حقیقی معنی یہ ہے، اور اگر وہ (لڑکی) ایک ہی ہے، تو اس کے لئے نصف ہے، نہ کہ اس کے ابوین کے لئے بھی، جبکہ لفظ ابوین ، پر وقف کرنے سے یہ معنی بن جاتا ہے، کہ لڑکی کے ساتھ اس کے ابوین بھی لضف میں شریک ہیں۔ حالانکہ مؤخر الذکر معنی مزاج شریعت کے منافی ہے، اور دوسری مثال کا معنی یہ ہے، کہ سوائے اس کے نہیں کہ جواب دیتے ہیں وہ جو سنتے ہیں، اور لفظ والموتی پر وقف کرنے سے معنی مرادی بدل کر یوں بن جاتا ہے، کہ جواب دیتے ہیں وہ جو سنتے ہیں اور وہ جو مردے ہیں، حالانکہ لفظ موتی کا تعلق مابعد کے جملہ کے ساتھ ہے، نہ کہ ماقبل کے ساتھ، معنی کی تبدیلی سے سوءِ ادب اور معنی مرادی کی مخالفت بھی لازم آتی ہے، ان میں چند صورتیں درج ذیل ہیں، دیگر ایسے ہی مقامات کو آنے والی امثلہ پر قیاس کرلیا جائے، ١ اِنَّ اللّٰہَ لَا يَسْتَحْىٖ ۔ پر، اور فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ط وَاللّٰهُ پر، اور

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی پر،اور لِلَّذِینَ لَايُؤمِنُونَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوءِ
ط وَلِلّٰهِ میں سوءِادبی اور تکذیب قیامت کے معانی پیدا ہوکر قاری عتاب خداوندی کا مستحق بن جاتا
ہے، جبکہ اس جملہ کا تعلق مابعد جملہ کے ساتھ ہے، ان جگہوں اور ایسی ہی دوسری جگہوں پر وقف
اختیاری تو جائز ہی نہیں، پر اضطراری وقف کی صورت میں مابعد سے ابتداء کرنا بھی جائز نہیں، اور اگر
اضطراراً وقف کرلیا ہو، تو فوراً اعادہ واجب ہے۔ (تفصیل نہایۃ القول المفید میں دیکھیں) اسی طرح
فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ o پر وقف کی صورت میں نمازیوں کیلئے وعید کا معنی بن جاتا ہے، کہ
نمازیوں کیلئے تباہی و بربادی ہے۔

علامات وقف

قرآن کریم خالص عربی زبان، عربی لہجہ، اور عربی رسم الخط ہی میں نازل ہوا ہے، اور عرب اہل زبان ہونے کے ناطے کلام ربانی کے سیاق وسباق کو عجمیوں سے زیادہ جانتے تھے، اور جانتے ہیں، ان حضرات کو علاماتِ وقف کی ضرورت ہی نہیں، بلکہ کلام کے تام وغیر تام کو پرکھ کر ہی وقف کیا کرتے تھے ،لیکن اہل عجم (غیر عرب) کیلئے کلام عرب بغیر علامات اور رموز کے سمجھنا دشوار ترین امر ہے، اور خدائے ذوالمنن کی منت عظیم ہے، کہ اُسنے ہر میدان میں ایسے رجال کار پیدا فرمائے، جنھوں نے قلم اٹھایا تو کلام کی تشریح وتوضیح میں صفحات درصفحات علم کے موتی بکھیر دیے، اور اگر زبان کھولی تو حاضرین وسامعین علم وحکمت کے موتی حاصل کرتے کرتے حیران وششدر رہ گئے، کہ مالک ارض وسمانے کتنا گہرا علم عطا فرمایا ہے، حجاج بن یوسف نے عجمیوں کی سہولت کے لئے کلام ربانی پر اعراب کاری کا کام کیا، توامت کے ایک بڑے حصے نے تفسیر کا کام باحسن انجام فرمایا، علم ومعانی کے میدان میں کام کرنے والے بھی بے عدد ہیں، اور رسم الخط، قرأت، وجوہ قرأت، اور دیگر متعلقات پر، کام کرنے والوں کی ایک کافی ووافی جماعت میدان میں کھڑی دکھائی دیتی ہے، جن میں اپنے وقت کی مشہور ترین علمی شخصیت شیخ ابوعبدا اللہ محمد ابن طیفو رالسجا دندیؒ ہے، چنانچہ انہوں نے علامات وقف وضع کر کے آنے

والی عجمی نسل پر تلاوت قرآن اور فہم قرآن کو آسان فرما دیا ہے، ان کی وضع کردہ علامات وقف کو بعد کے علماء نے بھی بخوشی منظور فرما کر اپنایا و عملایا بھی ہے، بہتر ہے کہ عام آدمی کی سہولت کیلئے ان رموزِ اوقاف کو من وعن درج کتاب کر دیا جائے، تاکہ کتاب ھذا سے ایک عام قاری بھی مستفید و مستفیض ہو سکے۔ و الاجر عِنْدَ اللّٰہ۔

(O) گول دائرہ علامت آیت ہے، اس پر آیت کو مکمل سمجھا جاتا ہے، اس پر وقف کرنا مستحب ہے، اظہار آیت اگر مقصود ہو تو اس صورت میں وقف کرنا ضروری ہے۔

(۵) آیت مختلف فیہ ہونے کی علامت ہے، قاری اس مقام پر اگر آیت سمجھ کر وقف کرے تو کرسکتا ہے۔

(م) وقف لازم کی علامت ہے، اس مقام پر ختمِ کلام کے تقاضاء پر وقف کرنا ضروری ہے، تاکہ وصل سے معنی میں کسی قسم کی قباحت نہ آنے پائے، اس بنیاد پر اسکو وقف لازم کہا جاتا ہے۔

(ط) وقف مطلق کی علامت ہے، ختمِ کلام کی بناء پر وقف تام ہے، اس لئے یہاں وقف کرنا ضروری ہے، وصل کرنے سے کلام کا التباس ممکن ہے۔

(ج) وقف جائز کی علامت ہے، قرأت میں حسن پیدا کرنے اور مفہوم معنی کیوجہ سے یہاں وقف کرنا مستحسن ہے۔

تنبیه : مذکورہ پانچ علامات انفصالِ کلام کی مقتضی ہیں۔ قارئی قرآن وقف کا مکلّف ہے، آنے والے علامات پر وقف کرنے میں قاری قرآن کو اختیار ہے۔

(ز) وقف مجوِز کی علامت ہے، یہاں وقف کرنے کی اجازت دی گئی ہے، جبکہ وقفِ قوی اسے دور ہو، اگر وقف ضعیف کے متصل وقف قوی ہو، تو وقف قوی پر وقف کرنا چاہئے۔

(ص) وقف مرخص کی علامت ہے، عندالضرورت وقف کیا جائے، خواہ اتفاقاً ہو یا اضطراراً۔

(ق) قیل علیہ الوقف کی علامت ہے، اگر اس پر وقف کرلیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن ہے وقف ضعیف ہی۔

(ک) کَذٰ الِکَ کی علامت ہے، (اسی طرح) یعنی اگر ماقبل وقف ہےتو وقف ہی کا حکم ہے، اوراگر ماقبل وصل ہےتو وصل ہی کا حکم ہے۔

(قف) قدْ یُوْ قف کا مُخفف ہے، اورصیغۂ امر نہیں ہے، بلکہ وقف اختیاری اس مقام پر بہتر نہیں ہے۔

(صل) یہ صیغۂ امر نہیں ہے، بلکہ یُوَ صـلُ کا مُخفف ہے، قد یوقف کا مقابل ہے، بنسبت وقف کے وصل پسندیدہ ہے۔ قف اور صل اگر چہ دونوں وقف اضعف کی علامتیں ہیں، مگر ان دونوں میں فرق باہم دیگر یہ ہے، کہ قف پر وقف راجح ہے، اور صل پر وصل۔

(صلےٰ) وقفِ حسن کی علامت اور الوصلُ اولیٰ کا مخفف ہے، کلام کا اپنے مابعد سے لفظی تعلق کی وجہ سے وصل ہی کرنا چاہئے، ضرورت کی بنا پر جوازِ وقف ہے، اگر وقف کرلیا تو اعادہ ضروری ہے۔

(لا) لا وقف علیہ کا مخفف ہے، وقف قبیح کی علامت ہے، اتصالِ کلام کیوجہ سے وصل کرنا ضروری ہے، وقف کرنا اس پر جائز نہیں۔

(قِلا): قیل لا وقف علیہ کا مخفف ہے، علامتِ وقف مختلف فیہ ہے، اس جگہ وقف نہ کرنا افضل ہے، جن حضرات کے ہاں معتبر ہے، ان کے اعادہ نہیں ہوگا۔

(لا) اس کو آیت لا کہتے ہیں، آیت کیوجہ سے وقف کرنا جائز ہے، محل وقف نہ ہونے کی بنا پر وصل کرنا بہتر ہے، بعد وقف اعادہ نہیں ہونا چاہئے۔

(:. :.) اس علامت کو مُعانقہ کہتے ہیں، قرآن مجید کے حاشیہ پر اس کا مخفف لکھا رہتا ہے، درمیان آیت دو جگہ تین تین نقطے لکھے ہوتے ہیں۔

حکم اس کا اس طرح ہے، نہ تو دونوں جگہ وقف کرنا جائز ہے، اور نہ دونوں جگہ وصل کرنا جائز ہے، دونوں جگہ وصل کرنے میں تفہیم معنیٰ کا تکلف رہتا ہے، اصل اس مقام پر دو صورتیں ہیں، وصل اول اور وقف ثانی ہو، یا وقف اول اور وصل ثانی ہو۔

(وقفہ) الوقف مع السکت کا مخفف ہے، حقیقتاً یہ وقف نہیں، بلکہ سکتہ طویلہ ہے، جتنی تاخیر وقف میں

ہوتی ہے، اتنی ہی تاخیر میں سکتہ میں کیا جائے، جہاں وقفہ آیت کے درمیان مرسوم ہو، وہیں پر اپنایا جائے، لیکن اصل سکتہ جائز نہیں ہے، ایسی جگہ پر بجائے وقفہ کے وقف بھی جائز ہے، لیکن وقفہ بہتر ہے۔

(وقف النبی صلی ﷺ) قرآن مجید کے حاشیہ پر یہ لفظ لکھا ہوتا ہے، اور اس مقام پر وقف کرنا مستحب ہے، کیونکہ آیت کے درمیان میں بھی نبی علیہ السلام سے گیارہ جگہوں پر وقف کرنا ثابت ہے۔

(وقف منزل) اسی کو وقف جبریلؑ کہتے ہیں، اس پر بھی وقف مستحب ہے، نزول قرآن کے وقت جبریلؑ نے جہاں وقف کیا ہے، نبی علیہ السلام نے بھی وہاں پر وقف فرمایا ہے، یہ وقف وحی منقطع ہونے کی علامت نہیں ہے۔

(وقف غفران) یہ وقف بھی حاشیہ قرآنی پر مرسوم ہوتا ہے، یہاں پر وقف کرنے سے معنیٰ کی وضاحت اور سامع کے قلب میں بشاشت پیدا ہوتی ہے، اسی وجہ سے اسکو وقف غفران کہتے ہیں، وصل سے وقف ہی بہتر ہے۔

(وقف کفران) حاشیہ قرآن کریم پر جس جگہ مرسوم ہو، وہاں وقف کی قباحت کو ظاہر کرتا ہے، ایسے مقام کو عربی دان حضرات ہی بخوبی سمجھ سکتے ہیں، ایسے معنی کا اگر سامع عقیدہ رکھتا ہو، تو موجب کفر ہے، لہذا ایسے موقع پر وقف ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔

سکتہ

سکتہ کے لغوی معنی ہیں رکنا۔خاموش رہنا۔عرب والے کہا کرتے ہیں، سَکَتَ الرَّجُل مِنَ الکَلَام ۔یعنی گفتگو سے رُک گیا خاموش ہو گیا،اور اصطلاح میں بنیت استیناف قرأت بغیر سانس توڑے ہوئے آواز بند کر کے تھوڑی دیر ٹھہر جانا۔سکتہ کہلاتا ہے۔سکتہ میں آواز بند ہونے کی مقدار وقف سے کم ہوتی ہے، پر اتنی کم بھی نہ ہو کہ سامع کو خبر ہی نہ ہو سکے۔

سکتہ کی تنبیہات

سکتہ بھی وقف ہی کی طرح ہے،اس کی کیفیت بھی وقف جیسی ہے، بوقتِ سکتہ متحرک کو ساکن بنانا چاہیئے ،اور دو زبر کی تنوین کو الف سے بدلنا چاہیئے ،اسی طرح زیر اور پیش والی تنوین کو حذف کر دینا چاہیئے ،سکتہ کی حالت میں اشمام ورَوم کرنا جائز ہے،لیکن تکلف کیوجہ سے بحالت سکتہ روم واشمام کرنا اہل عرب کے ہاں مستعمل نہیں ہے۔ سکتہ موقوف علی الوصل ہے،یعنی حالت وصل ہی میں سکتہ کرنا چاہیئے ،اور حکماً موقوف علی الوصل ہے،یعنی وقف کرنے سے وجوب اور جواز سکتہ کا سقوط لازمی ہے۔ سکتہ کرتے وقت حرفِ مدغم کو ظاہر کرنا ضروری ہے، جیسے مَنْ ۛ رَاقٍ حرف مد کے بعد سکتہ کر لی جائے تو مد کرنا بھی جائز ہے۔مد متصل پر اگر سکتہ کیا جائے تو اس وقت عارض سکون کیوجہ سے طول بھی جائز ہے ،لیکن قصر قطعاً جائز نہیں، جیسے یُصدِرَ الرِعَآءُ ۛ وَ ابُوْنَا لیکن مد متصل میں بحالت سکتہ مد جائز نہیں ہے۔ ہر حرف پر سکتہ کرنے سے احتراز ضروری ہے، جہاں ثابت ہو وہیں سکتہ ہوگا، عام طور پر جن حضرات کی مشق قرأت کمزور ہوتی ہے۔وہ آواز میں اُتار چڑھاؤ کرتے ہوئے ہر حرف پر سکتہ کرتے

ہوئے پڑھتے ہیں، اس حالت سے کلی اجتناب ضروری ہے، عام لوگوں کا زعم ہے، کہ سورۃ الفاتحہ میں سات سکتات ہیں، بالکل باطل ہے، اہل فن کے ہاں سورۃ الفاتحہ میں کہیں پر بھی سکتہ ثابت نہیں ہے ،سکتاتِ مرسومہ کے علاوہ محلِ وقف پر بھی سکتہ جائز نہیں ہے۔ سکتہ کی علامت (س) ہے، چاہے آیت پر ہو یا غیر آیت پر۔ حروف مقطعات پر سکتہ جائز نہیں، البتہ جہاں آیت ہو وہاں جائز ہے، بوقت سکتہ وقف کی مقدار سے زائد تاخیر ہوئی سکتہ جائز نہ ہوگا۔ ادائیگی موقوف علی النقل ہونے کی وجہ سے اہل فن نے وقفہ کو سکتہ نہیں فرمایا ہے، بلکہ وقفہ اور سکتہ دو علاحدہ امر ہیں، چنانچہ جن کلمات کے آخر میں ہائے سکتہ کلامِ عرب کے اعتبار سے مرسوم ہے، ان کی تفصیل وصل بنیت وقف میں دیکھ لیجئے؟

سکتات واجبہ چار ھیں

حضرت امام حفصؒ کی روایت کے مطابق چار مقامات پر سکتہ کرنا واجب ہے، اور وہ یہ ہیں۔ ۱: سورۃ کہف میں لفظ عِـوَجـاً پر (یہاں پر دوزبر کی تنوین کو الف سے بدلنا ہے) ۲: سورۃ یٰسٓ میں لفظ مَـن مَّرقَدِنا س پر ۳: سورۃ قیامہ میں وَقِيلَ مَنْ س پر ۴: سورۃ مطفّفین میں كَلَّا بَلْ س رَانَ پر ۔ مِـن مَّـرْقَـدِنَـا س ۔ پر وقف لازم ہے، اگر وقف نہ کیا گیا تو سکتہ واجب ہوگا، اور ائمہؒ ہوقف سے درمیان آیت میں صرف چار جگہ سکتہ جائز ہے۔ ۱: سورۃ اعراف میں رَبَنـا ظَلَمْنا انفُسَنَا س پر ۱: اَوَلَـم يَتَفَكَّرُو س پر (سورۃ اعراف) ۳: سورۃ یوسف میں اَعْـرِضْ عَنْ هٰذ ا س پر۔ ۴) سورۃ قصص میں يصدِ رَالرِّعَاءُ س پر، سکتہ کرتے وقت ہمزہ اور ھا کی آواز نہیں کرنی چاہئے، احتیاط کی ضرورت ہے۔

کیفیت وقف کے طریقے

مقدم الذکر صفحات میں اہمیت وقف، اقسامِ وقف، اور علامات وقف، پرضرورت کے موافق چند باتیں تحریر میں آچکی ہیں، اب وقف کرنے کے طریقے جو اہل فن علماء نے بیان فرمائے ہیں۔ اجمالی طور پر اُن کا ذکر کیا جارہا ہے، کیفیت وقف کے قبیل سے وقف کی نو (۹) اقسام ہیں۔ ا: وقف بالاسکان، ۲: وقف بالالرَّوم۔ ۳: وقف باالاشمام۔ ۴: وقف باالابدال ۵: وقف بالاثبات۔ ۶: وقف بالالحاق۔ ۷: وقف بالحذف۔ ۸: وقف باالنقل والحذف۔ ۹) وقف باالابدال ولادغام اوراب بالترتیب ان اقسام کی مختصر اور جامع تعریف بتوفیق خداوندی پیش کی جارہی ہیں۔

وقف بالا سکان : اِسکان بمعنی رکنا، آرام کرنا اور حرف کو بے حرکت بنانا ہے، اور اصطلاحی معنیٰ غیر موصولہ کلمہ کا آخری حرف اگر پہلے ہی سے ساکن ہے۔ تو حسب ضابطہ سانس اور آواز کوتوڑ دینا، اور اگر آخری حرف متحرک ہے، تو ایک زبر ایک زیر دو زبر، دو پیش اور ایک پیش ہوں، تو اس کو مکمل ساکن کر کے سانس اور آواز ہر دو کو ختم کر دیا جائے۔ کیفیت اقسامِ وقف میں اصلی وقف با الاسکان ہی ہے۔ وقف کا مقصد بھی سکون اور آرام ہے، سکون ہی کی حالت میں آرام ہوگا۔ نیز تینوں حرکات میں ہوتا ہے۔ اور تمام قرأءکرام سے ثابت بھی ہے۔ پانچ صورتوں میں تو وقف باالاسکان ہی ہمیشہ ہوتا ہے، ۱۔ تاءِ مدوّرہ (گول تا) جو وقفاً ھا سے بدل دی جاتی ہے، جیسے اَلْجنّةُ اَلْمَلٰٓئِكَة ۲۔ میم جمع جیسے عَلَيْهِمْ ۔ بِهِمْ ۔ كُنْتُم ۔ لَهُمْ ۔ اَنْتُمْ ۳۔ وہ عارضی حرکت جو دو ساکن جمع ہونے کی صورت میں یا مابعد سے نقل ہوکر آتی ہو، جیسے اَنْذِرِ النَّاسَ ، وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ میں را اور دال کی حرکت عارضی ہے، اور ایسے کلمات پر وقف باالاسکان ہی ہوتا ہے، ۴۔ زبر والا حرف جیسے اٰمَنَ ۔ صُدَّ ۵۔ سکون اصلی، جیسے اٰمَنْ ۔ يَكْفُرُ

و ، ان مسطورہ پانچ صورتوں میں روم اور اشمام نہ ہوگا ، روم کیلئے حرکت کا وجود لازمی ہے ، اور وہ مفقود ہے، اشمام میں حرکت کیطرف اشارہ ہوتا ہے، سکون کی طرف نہیں ۔

وقف باالرَوم: لفظ روم لغت میں ارادہ کرنے کو کہتے ہیں، اصطلاح قرّاء میں موقوف علیہ کی حرکت ضمہ یا کسرہ کونہایت ہی خفیف اور کمزور (تہائی حرکت کے بقدر) اس انداز سے ادا کرنا کہ قریب کا متوجہ آدمی سن سکے۔ فتح میں قراء کے ہاں روم جائز نہیں ہے، روم کے مانند قراء کے نزدیک ایک اور وقف بھی ہے، جسے وقف اختلاس کہتے ہیں، روم اور اختلاس میں ایک کھلا اور واضح فرق ہے کہ اختلاس تینوں حرکات میں ہوتا ہے، اور روم صرف ضمہ اور کسرہ میں، روم بحالت وقف ہی ہوتا ہے، جبکہ اختلاس ہمیشہ بحالت وصل ہوتا ہے، اختلاس میں حرکت کا اکثر حصہ باقی رہتا ہے، اور روم میں حرکت کا تہائی حصہ باقی رکھنا ہے، اختلاس وسط کلمہ میں ہوتا ہے، جبکہ روم آخر کلمہ میں ، فتح میں روم کے عدم جواز پر کُتب تجوید میں لکھا ہے، کہ فتح اخفِ حرکات ہے، یعنی تمام حرکات میں ہلکا ہے، ادائیگی کے اعتبار سے، اس لئے خفت کی بناء پر تقسیم نہیں ہوسکتی، ضمہ اور کسرہ اثقل حرکات ہیں، ان کی تقسیم ہوجاتی ہے۔

قف باالاشمام : لفظ اشمام کے حقیقی معنی ہیں سونگھنا۔ سونگھانا ، اور اصطلاح مجودین میں صرف موقوف علیہ مضموم ومرفوع کو ساکن کرنے کے بعد فی الفور ہونٹوں کو گول کر لینا، جس طرح ضمہ کی ادائیگی میں ہونٹ کھل جاتا ہے، اشمام کرتے وقت کوئی آواز پیدا نہ ہوگی، اس کے مشاہدہ کا تعلق بینائی سے ہے، نابینا آدمی اسکو سمجھ نہیں سکے گا۔

ہونٹوں کی شکل

found.

وقف بــاالابـدال: موقوف علیہ حرف کو کسی دوسرے حرف میں بدل دنیا اور اسکی تین حالتیں ہیں۔ا) دوزبر کی تنوین الف سے بدلنا، مثلاً فُرُاَ تاً سے فُرٰاتا o غُراَباً سے غَراباَ o
۲۔ تائے تانیث اگر بشکل ھا ہو، تو بااتفاق علماء، اور اگر لمبی تا ہو تو امام مکیؒ، مازنیؒ، اور ایسے ہی دوسرے حضرات کے نزدیک ہا سے بدل جاتی ہے ۳۔ ہمزہ الف سے اور یاء واوٗ مدہ سے بدل جاتی ہے، مثلاً تاَلَمُوْن ۔ بیٗرَ ۔ یُوفکُوْنَ ۔ لُوْ لُوْ۔

وقف بـاالا ثبات: یہ وقف حرف مد کے ساتھ مخصوص ہے، وہ حرف مدہ جو اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف ہو گیا، ہو اور وقف میں اس کا ثابت رکھنا ضروری ہے، جیسے قَالا الحَمدُ ۔ قاَلُو النٰن ۔ فِی الاَرْضِ ۔ ان تینوں اور ان جیسے دیگر الفاظ میں حرف مد کو وقف کی حالت میں ثابت رکھنا ضروری ہے، جیسے وَ قالا ۔ قاَلُوا ۔

وقف باالا لحاق: بروایت امام حفصؒ ہائے سکتہ کا زیادہ کرنا اور ہائے سکتہ والے کلمات وصل کے بیان میں ذکر کر دیئے ہیں، اور امام بزیؒ کے قول میں ایسے کلمات بارہ (۱۲) ہیں۔

وقف باالحذف: جو حرف وصلاً (یعنی وصل کرتے ہوئے پڑھا جائے) ثابت ہو اسکو وقفاً حذف کردینا، جیسے اٰتٰنیِ اللّٰہُ کو اٰتٰنِ ۔

وقف بـالـنقل والحذف: ہمزہ کی حرکت کو نقل کر کے ماقبل کو دینا، اور پھر ہمزہ کو حذف کر دینا، اس کو وقف بالنقل والحذف کہا جاتا ہے، جیسے یَسْئَلُوْن سے یَسَلُونَ۔

وقف باالابدال والا دغام: ہمزہ کو واوٗ اور یا سے بدل کر اُسے ماقبل واوٗ اور یا کا ہمزہ سے بدلے ہوئے واوٗ اور یا میں ادغا کر دینے کو وقف باالابدل والادغام کہتے ہیں، جیسے قُرُوْءٍ سے قرُوْ' اور شَیْئاً سے شَیْ' اور شیاٗ سے شَیْ' ان دونوں مثالوں میں سے پہلی میں ہمزہ کو واوٗ سے بدل کر ماقبل کے واوٗ میں مدغم کیا گیا ہے، اور دوسری مثال میں ہمزہ کو یا سے بدل کر ماقبل کی یا میں مدغم کیا ہے، اور یہ ہر دو صورت امام حمزہ کوفیؒ کی قرأت میں ہیں، حضرت امام حفصؒ کی قرأت میں نہیں ہیں۔

سکوت

وقف کے بعد قران کریم کے متعلق ہی کسی وجہ سے ابتداء کرنے میں جو دیر ہوتی ہے اسکو سکوت کہتے ہیں، مثلاً قاری کسی مسلئہ قرأت وتجوید کی طرف متوجہ ہوا ہو، یا دیر تک کھانسی آرہی ہو یا نسیان کی وجہ سے قرآن کریم دیکھنے کی نوبت آئی ہو، یا طالب علم کو تنبیہ کی ضرورت پیش آئی ہو، ان اور ان ہی جیسی دیگر ضروریات مثلاً اجنبی کلام یا منافی قرأت جیسی چیزوں سے، سکوت کا حکم ختم ہو جاتا ہے، ابتداء کرتے وقت اعادہ کرنا ضروری ہے۔

قطع

وقف کر لینے کے بعد دوبارہ قرأت نہ کرنے کو قطع کہتے ہیں، یہ بھی اقسام وقف میں سے ہے، اور اسکی دو قسمیں ہیں ۱۔ قطع حقیقی ۲۔ قطع اتفاقی، اگر قطع سے قرأت کا اختتام مقصود ہو، تو قطع حقیقی کہلائے گا، اور اگر کوئی امر مانعِ قرأت بن جائے، تو قطع اتفاقی کہا جائے گا، مئوخرالذکر کے بعد قرأت کا دوبارہ ارادہ ہو تو ادتحاد لازمی ہے، مواقع قطع دو ہیں، جن کی پابندی کرنا نہایت آسان ہے ۱۔ رکوع ۲۔ آیت، آیت کے درمیان قطع قرأت جائز نہیں، (اور اسی طرح دیگر کسی علامات وقف کے درمیان بھی) بوقتِ قطع صَـدَقَ اللّٰہُ اُلْعَظِیم کا جملہ کہنا چاہئے، تا کہ سامع کو انتظار قرأت نہ رہے۔

آداب تلاوت

شریعت اسلامیہ نے زندگی کے ہر شعبہ کے آداب بیان کئے ہیں، اور آداب کوملحوظ رکھکر عمل کرنے کا حکم فرمایا ہے، خورد ونوش، قیام، وقعود۔ سونا۔ جاگنا چلنا پھرنا۔ بات کرنا غرض ہر لمحہ کے آداب ہیں، اور قرآن حکیم، جو اللہ پاک کا عظیم کلام ہے، اسکی تلاوت کے بھی آداب ہیں، بعض آداب احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں، اور بعض اکابرین امت کے بیان فرمودہ ہیں، (جو ظاہر ہے قرآن اور حدیث ہی کا عرق ہے) راقم آثم نے ۲۲ (بائیس) آداب کو مختلف کتب سے حاصل کیا ہے، جو ھدیۂ ناظرین ہیں)

ا: قران کو پڑھنے سے قبل وضو کرنا چاہئے، تطہیر اعضائے وضو سے قلب پر پاکی کے اثرات پڑتے ہیں ۔ ۲: کوئی پاک جگہ تلاش کرے، سب سے افضل جگہ مسجد ہے، بعنوان حدیث خَيرُ البُقاعِ مَسَاجِدُهَا ۔ ۳: عمدہ یا پاک وصاف کپڑے پہنے۔ کیونکہ قرآن کریم کی تلاوت احسن الخالقین واحکم الحاکمین کے ساتھ ہمکلامی کا نام ہے، جب آدمی اپنے کسی بھی بڑے وزیر یا امیر کے ساتھ ملاقی ہونے کیلئے اچھا لباس پہنتا ہے، تو اپنے مالک حقیقی کے ساتھ شرف ہمکلامی کیلئے تو اچھے عمدہ اور صاف و پاک لباس کا اہتمام کرنا بدرجہ اولیٰ افضل ہے۔ ۴: سکون اور وقار کے ساتھ ۔ ۵: قبلہ رو ہو کر بیٹھے۔ ۶: پڑھنے سے قبل دل کو ٹٹول لے اور نیت کرلے کہ خالص رضاء الٰہی کے لئے تلاوت کررہا ہوں۔ خواہ تخلیہ میں ہو، یا پھر کسی مجلس واجتماع میں۔ ۷: تعوذ پڑھے۔ ۸: تسمیہ پڑھے۔ ۹: زور سے پڑھنے میں اگر کوئی رکاوٹ نہ ہو، اور نیز کسی کو تکلیف کا ڈر نہ ہو، تو پھر زور سے ہی پڑھے۔ اس سے دوسروں کو سنانے کی نیت کا ثواب حاصل ہوگا۔ اور دوسروں کو پڑھنے کی بھی ترغیب ہوگی ۔ ۱۰: تلاوت کے لئے کسی ایسی جگہ کا انتخاب کرے جہاں پڑھنے میں کسی قسم کا خلل نہ ہو پائے۔ ۱۱: تلاوت میں سورتوں کی ترتیب کا لحاظ رکھے، الا کوئی امر راجح ہو خلاف ترتیب پڑھنے میں ۔ ۱۲: ترتیل یعنی آہستگی کے ساتھ

تمام حروف کوادا کر کے پڑھے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سورۃ بقرہ وآل عمران ،کو ترتیل سے پڑھوں، یہ مجھے زیادہ پسند ہے، اس سے کہ پورا قرآن بے ترتیل کے پڑھ لوں ۔ ۱۳؎ تدبر اور تفکر کر کے پڑھے، قرآن کریم میں غور وفکر کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے، کِتَابٌ اَنزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ (ص) ۱۴؎ قران کریم پر عمل کرنے کی نیت سے پڑھے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ (جو رئیس المفسرین ہیں) نے آیت اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ، کی تفسیر يَتَّبِعُوْنَ حَقَّ اِتِّبَاعِهٖ سے کی ہے، اور حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں، کہ حقِ تلاوت کا مطلب یہ ہے، کہ زبان عقل اور دل ،تینوں اسمیں شریک ہوں، زبان کا حق ہے، کہ صحیح ادا کرے، عقل کا حق ہے، اسکے معانی سمجھے، دل کا حق ہے، اس سے نصیحت حاصل کرے، اور اس سے متاثر ہو۔ ۱۵؎ رحمت اور نعمت کی آیت پر خوش ہولے، اور رحمت و نعمت کا سوال بھی خدا سے کرے، اور عذاب کی آیت پر خدا سے ڈرے، اور عذاب سے پناہ مانگے ۔ ۱۶؎ قرآن کریم پڑھتے ہوئے خدا کی عظمت کے تصور کے ساتھ اپنی کوتاہی پر فکر کرے، اور روئے اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت ہی بنالے۔ ۱۷؎ تلاوت جب پوری ہوجائے تو صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ . وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ . وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ . وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پڑھے۔

۱۸؎ قرآن کریم کی تلاوت کا روزانہ کا معمول بنالینا چاہئے، خصوصاً حفاظ کرام کو، صحیحین کی حدیث ہے تَعَاهَدُوا الْقُرْاٰنَ فَوَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَلُّتًا مِنَ الْاِبِلِ فِيْ عُقُلِهَا ۔ ۱۹؎ قرآن کریم کو ذریعۂ معاش اور پیٹ بھرنے کا آلہ نہ بنایا جائے، اسکے بارے میں حدیث میں سخت وعید آئی ہے، بلکہ اخلاص وللّٰہیت پیدا کرنے کیلئے تلاوت کی جائے ۔ ۲۰؎ احکم الحاکمین وارحم الراحمین کا کلام ہے، اس لئے نہایت ہی محبت سے پڑھے۔ ۲۱؎ رب کائنات کو اسکا کلام سنانے کے لئے پڑھے، اس سے قران کی صحت مخارج وقواعد تجوید کو سیکھنے کا ذوق وشوق بڑھ جائے

گا۔ ۲۲۔ جب جب بھی قرآن پڑھا جائے ،اسکو غور سے توجہ کے ساتھ سُنے ،تا کہ رحمت خداوندی کا مستحق بن سکے،علاوہ ازیں اور بھی آداب ہیں،حتی المقدور آداب کی رعائت رکھکر ، جو تلاوت ہو وہ رضاء الٰہی کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

دوران تلاوت کے عیوب

عوام الناس میں بعض بڑی عجیب حالت میں تلاوت کیا کرتے ہیں،اور بعض وہ حضرات جو فن قرأت سے ناواقف تو ہیں ہی، پرٹی۔وی۔ریڈیو،اور کیسٹ، کے ذریعہ صوتِ قاری کو اخذ کر لیتے ہیں،مشق قرآت کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ بھی دوران تلاوت مختلف احوال کے شکار ہو جاتے ہیں،آداب کی رعایت نہ رکھ کر جو تلاوت ہوگی وہ یقیناً نقائص سے لبریز ہی ہے۔چند عیوب کو لکھا جاتا ہے،تا کہ پڑھے لکھے اور فن سے مناسبت رکھنے والے حضرات متنبہ رہیں،دوران تلاوت کے اٹھارہ عیوب کو رقم کیا جارہا ہے،خدائے ذوالمنن ہمیں ان عیوب سے مامون فرمائے۔

۱۔ تطنین: ہر جگہ غنہ کرنا ۲۔ تہمیز: یعنی ہر حرف میں ہمزہ ملا دینا۔ ۳۔ وشبہ یعنی حرف اول کو ناتمام چھوڑ کر دوسرے حرف کو شروع کر دینا۔ ۴۔ رکزہ یعنی ادغام بے محل کرنا۔ ۵۔ ہمہمہ، یعنی حرف مخفف کو مُشدد پڑھنا۔ ۶۔ زمزمہ، یعنی قرآن کریم سرود کی سی آواز میں پڑھنا۔ ۷۔ تمطیط، بے جا کھینچنا جس کے سبب حرف کے ساتھ حرف یا حرکت کے ساتھ حرکت مل جاوے۔ ۸۔ ترعید: مدات وحرکات میں آواز کا کپکپانا۔ ۹۔ تعویق یعنی درمیان کلمے میں وقف کر کے بقیہ کلمے سے شروع کرنا۔ ۱۰۔ تطویل مدات وحرکات میں آواز کا حد سے زائد دراز کرنا۔ ۱۱۔ تنفیس یعنی حرکات کو اختلاس کے ساتھ پڑھنا۔ ۱۲۔ عنعنہ، یعنی ہمزہ کو عین میں مخلوط کرنا۔ ۱۳۔ تعجیل، یعنی اتنا جلدی پڑھنا کہ حروف سمجھ میں نہ آئیں صرف آواز ہی سنائی دے۔ ۱۴۔ ترجیع، یعنی پڑھتے وقت گٹکڑی کرنا۔ ۱۵۔ ترقیص آواز کا نچانا یعنی قاری دوران تلاوت حرف مدہ میں آواز کو اسقدر نچائے کہ حروفانِ مدہ میں

حرکات پیدا ہو جائیں۔ ١٦ تحزین: خلاف طبعیت رونے کی آواز پیدا کر کے سننے والوں کو یہ تاثر دینا کہ میں دوران تلاوت رو رہا ہوں۔ ١٧ تطریب، گانے کی طرز بنانا۔ ١٨ تفتیش، دورانِ تلاوت باتیں کرنا، پوچھتاچھ کرنا۔

معلمین کیلئے چند مشورے

شریعت حقہؒ نے جہاں زندگی کے ہر شعبہ کیلئے ہدایات وآداب بیان فرماتے ہیں، وہاں معلم کیلئے بھی آداب بیان فرمائے ہیں، تعلیم وتذ کیراور رُشد وہدایت سے انسان کی زندگی بطریق احسن گزرتی ہے، بے ادبی محرومی کا سبب ہے، چندآداب تحریر کئے جاتے ہیں، تاکہ ان پر عامل ہوکر تلمیذ رشید کواپنے سینے کی دولت سے مالا مال کیا جائے۔ ا وادی کشمیر کے اکثر بچے تشدید ادانہیں کرتے، بلکہ جہاں تشدید نہیں ہوتی ہے، وہاں پڑھ لیتے ہیں، اور جہاں تشدید ہوتی ہے، وہاں نہیں پڑھتے، یہ فرق دراصل زبان کا ہے، تشدید کی تختی پر پہنچ کر تشدید کی پہچان اچھی طرح کروائیں، اور بچے کو بتائیں کہ تشدید والے حرف کے ساتھ ماقبل حرف کو ملایا جاتا ہے، ملاتے ہوئے سختی سے ملانا چاہئے، کیونکہ مشدد حرف دراصل دوحرف ہوتے ہیں، پہلا ساکن دوسرا متحرک، ساکن کو متحرک حرف میں مدغم کیا جاتا ہے، جسکی وجہ سے شدت پیدا ہوتی ہے۔ (٢) مجزوم حرف کو بھی بچے بخوبی ادانہیں کرتے، جزم کی پہچان کروا کر بچے کو بتایا جائے کہ مجزوم حرف کو نہایت نرمی کے ساتھ ادا کیا جائے۔ (٣) خا۔ غین۔ فا۔ ان تینوں حروف کو وادی کشمیر کے بچے اپنی زبان کے لہجے میں یوں پڑھتے ہیں، کھائے، گون، پھے، اور اگر بطریق معروف پڑھائیں گے، تو یوں پڑھتے ہیں، کھا، غون، پھا۔ ان کی صحیح ادائیگی شروع ہی سے بچے کو کروائیں، اسی طرح ث میں، س میں، اور ذ ظ ض ز میں اپنے اپنے مخرج کی ادائے گی کا لحاظ رکھ کر بھرپور مشق کروائیں۔ (٤) ہر سبق میں مخرج کی ادائے گی پر زور دیں، اور جب تک پہلا

سبق قاعدہ کے موافق بچہ نہ سُنائے ،تب تک آگے سبق ہرگر نہ دیں،بعض معلمین حضرات بچے کوجلدی آگے بڑھانے کی غرض سے کچا ہی سبق سنکرآگے سبق دے دیتے ہیں،اس طریق سے بچے کا ذہن الجھ جاتا ہے،اور بچے کوآگے قدم بڑھانا دشوار ہوجاتا ہے، بچہ ذہین تو ہوتا ہے،لیکن طریقِ تعلیم کے صحیح نہ ہونے کی وجہ سے کند ذہن ثابت ہوتا ہے،آج کے محققین کا کہنا ہے۔کہ کوئی بچہ کند ذہن نہیں ہوتا۔ بلکہ اسکے ذہنی صلاحیت کے مطابق طریق تعلیم میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ (۵) بعض بچے کسی وقت ذہنی تھکاوٹ یا کسی اورعذر کی وجہ سے سبق کچا سناتے ہیں۔استادصاحب غصّہ میں آکر اسکو دبوچ لیتے ہیں، بچہ گھبراجاتا ہے،جب بھی اُستاد کے سامنے آتا ہے،تو اسکے دماغ پر وہی کیفیت طاری ہوجاتی ہے،جسکی وجہ سے یاد کیا ہوا سبق بھی بار بار بھول جاتا ہے، اورآئیندہ کیلئے کند ذھنی کی کیفیت سوار ہوجاتی ہے،اسلئے بچہ کوتادیبی کاروائی کا اسلامی حدود کے اندر ہونا ناگزیر ہے۔ایسے سخت مزاج آدمی کواپنا مزاج ٹھنڈا رکھنا چاہئے ۔عفو وصفع اور جذبۂ ترحم کے ساتھ تعلیم دینی چاہئے ۔ (۶) حضرات تھانویؒ نے لکھا ہے،کہ قاعدہ پڑھانے والاشخص بھی عالم ہونا چاہئے ۔بعض ناتجربہ کار حضرات بھی بنا سیکھے استادی کرنے لگتے ہیں۔طریقۂ تعلیم کی عدم مناسبت کی وجہ سے تنگ آکر بچے فرار ہوجاتے ہیں۔اسلئے بقول حکیم لقمانؒ ’’ناآموختہ استاذی مکن ‘‘ کے جملہ پر ذمہ دارانِ مدرسہ ومکتب کوبھی نگاہ رکھنا لازمی ہے ۔کہ قاعدہ پڑھانے کیلئے ماہر اور تجربہ کار استاد ہونا چاہئے ۔(۷) بچے کو نہایت شفقت اور پیار سے پڑھائیں ’’اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ‘‘ اس آیت مبارکہ میں تعلیم قرآن کورحمان کی طرف منسوب کیا ہے،جسکا صاف مطلب ہے کہ معلّم کے دل میں متعلّم کے تئیں محبت ومروّت اور جذبۂ ترحم بدرجہ کامل ہو۔ (۸) ہوشیاراور چالاک طلباءکومسرودی،مکتوبی،اورملفوظی حروف،کے بارے میں جانکاری دی جائے ،اور درمیانی ذہن کے بچوں کوصحت کے ساتھ حروف کے نام یاد کرالئے جائیں۔جن حروف کے نام دوحرفی ہوں،ان کومسرؤدی کہتے ہیں۔جوعربی وفارسی میں الف کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں،اوراردو میں یائے مجہول کے ساتھ،مثلاً طَا ھَا ۔جن حروف کے نام سہ حرفی ہیں۔ان کواگراُلٹ کر پڑھنے سے بھی وہی نام رہے۔انکومکتوبی کہتے ہیں،جیسے میم، نون،

واوٗ، اور اگر اُلٹ کر پڑھنے سے نام بدل جائے تو ان کو ملفوظی کہتے ہیں۔ (۹) اگر کوشش اور محبت کے ساتھ بچوں کو نہیں پڑھا سکتے، تو بچوں کی عمر اور استعداد کو ناحق برباد نہ کریں، اسکا گناہ چوری اور رہزنی سے سخت تر ہے۔ کیونکہ مال واسباب مل سکتا ہے۔ لیکن عمر کے قیمتی لمحات دوبارہ لوٹ کر نہیں آسکتے، اسی طرح بگڑا ہوا تلفظ اور استعداد درست ہونا مشکل ہے۔ (۱۰) اکثر بچے حرکات کو گانے کے انداز میں پڑھتے رہتے ہیں، اور ہمیشہ کیلئے دماغ میں وہی کیفیت ضبط ہو جاتی ہے۔ اس سے روکنا نہایت ضروری ہے۔ مثلاً اَ . اِ . اُ کو ا . اِی . اُوَ . اوراَخَذَ . اَذِنَ کو ا . خَا . ذَا . ا . ذِیْ . نَا، پڑھنا اسکی تصحیح ضروری ہے۔ (۱۱) بعض بچے مَا . مُو . مِیْ . نا . نو . نی کو پڑھتے ہوئے غنہ کی آواز بنا کر ناک سے نکالتے ہیں۔ مثلاً ماں . موں . میں . ناں . نوں . نیں . ان اور ان ہی جیسے دوسرے دوحرفی سہ حرفی اور چہار حرفی الفاظ کو پڑھاتے وقت اور پھر سبق سنتے وقت خیال رکھنا چاہیئے کہ ناک میں آواز نہ جانے پائے۔ (۱۲) حروف کی پہچان اسقدر ہونی چاہے، کہ قرآنِ کریم اور اردو کی کسی بھی کتاب سے حروف کو پہچان کر پڑھ لیں، اور استعداد بار بار امتحان کرنے۔ پڑھانے اور اسکی طرف توجہ سے پیدا ہوگی۔ (۱۳) کھڑا زبر۔ کھڑی زیر اور الٹا پیش کی، بچوں کو خوب مشق کروائی جائے، کہ جہاں بھی یہ حرکات آئیں۔ تو بچہ بن بتائے۔ الف مدہ، یائے مدہ، اور واوٗ مدہ، کے برابر ان کو کھینچ کر پڑھے۔ (۱۴) بچوں کو سمجھائیں کہ۔ ب۔ ت۔ ث۔ تینوں حروف کی شکل ایک ہے، صرف نقطوں سے ان کی پہچان ہوتی ہے، نیچے ایک نقطہ ہو تو با۔ اوپر دو نقطے ہوں تو تا۔ اور تین نقطے ہوں تو ثا۔ بنتی ہے، ہر حرف کے بارے میں سوال کرتے رہیں۔ کہ کس حرف پر کتنے نقطے ہیں؟ اور کس حرف سے نقطے گرا کر کون سا حرف بنتا ہے؟ (۱۵) معلمین حضرات نورانی قاعدہ پیار اور شفقت سے بچوں کو پڑھائیں۔ تاکہ چھ سات سال کے ذہین بچے سال بھر میں ناظرہ قرآن کریم پورا کرلیں، معلم کیلئے ضروری ہے کہ متحمل المزاج بردبار صابر وشاکر ہو۔ ان صفات کا حاصل بچوں کو محبت پیار اور نرمی سے تعلیم دیگا۔ تو بچے کھلے ذہن کے ساتھ تعلیم میں رغبت اور شوق کا مظاہرہ کریں گے۔ اور نازک بچوں کو مارنے پیٹنے اور ان پر خفگی کی نوبت نہیں آئے گی۔ (۱۶) بالکل چھوٹے

ناخواندہ بچوں پر قواعد تجوید یاد کرنے کا بوجھ نہ ڈالا جائے، بلکہ قواعد کے ساتھ پڑھایا جائے، اور جب اردو پڑھنے اور سمجھنے کی لیاقت پیدا ہو جائے، تو قواعد کی کتاب بھی پڑھائی جائے۔ (۱۷) قواعد پڑھانے سمجھانے میں ہوشیار بچوں کیلئے تختۂ سیاہ کا استعمال بھی کریں، کیونکہ املا لکھنے میں الفاظ غلط سلط لکھے جاتے ہیں، اور وہی غلط الفاظ پھر یاد بھی کرتے ہیں، کاپی ہر سبق کی دیکھ لی جائے۔ (۱۸) شروع شروع میں دو حرفی سہ حرفی پھر چہار حرفی الفاظ کے ہجے کروانا ضروری ہے، جب ہجے میں بچہ طاک ہو جائے،، تب رواں پڑھوائے جلد بازی ہرگز نہ کریں۔ (۱۹) ہجے ہوں یا رواں تعلیم، قواعد اور مخارج کی غلطی ہرگز برداشت نہ کی جاوے، غلطی پر فورًا اٹوک دیں، اور مخرج و قاعدہ کی یاد دہانی ضرور کروائیں، جب بچہ کو قواعد کی معرفت خوب اچھی طرح ہو جائے۔ اور رواں بھی اچھی طرح چل پڑے، تو پڑھے ہوئے قواعد کا اجراء کروانا چاہئے۔ (۲۰) آئندہ اسباق کے مطالعہ پر بھی زور دینا چاہئے، اور آموختہ کو بار بار دہرانے کی تلقین کرتے رہنا چاہئے۔ (۲۱) حروف لین جب مدلین عارض سے خالی ہوں، تو ان کو ہرگز کھینچنے نہ دیا جائے، بلکہ لفظ لِجُ اور قِفُ کی طرح جلدی ادا کروائیں، اکثر بچے حروف لین کو بڑھا کر پڑھتے رہتے ہیں، جو قواعد کے بالکل خلاف ہے۔ البتہ مدلین لازم اور مدلین عارض کا حکم مد کے بیان میں دیکھ لیا جائے۔ (۲۲) بعض لوگ حرف تا، وُ کاف' کو اس طرح ادا کرتے ہیں، کہ (تا) تھ اور (کاف) کھ بن جاتا ہے، مخارج کے بیان میں اسکی قباحت درج کر دی ہے، ان حروف میں صفت شدت بھی پائی جاتی ہے، اس صفت کی ادائے گی کا خاص خیال رکھا جائے۔ ۲۳؎ حضرت علاؒمہ جزریؒ نے ان دونوں حروف میں صفت شدّت کی خاص تاکید فرمائی ہے، چنانچہ حضرت فرماتے ہیں،

وَرَاعِ شِدَّةً بِكَافٍ وَّبِتَا
كَشِرْكِكُمْ تَتَوَفّٰى فِتْنَتَا

ترجمہ: اور پوری طرح رعایت کر کاف اور تا میں صفتِ شدت کی۔ دونوں حروف کی مثالیں شِرْكِكُمْ تَتَوَفّٰى فِتْنَتَا جیسی ہے۔ ۲۴؎ قرأتِ صحیحہ کی تین علامات ہیں، ا۔ زبان

عرب کے قواعد کے موافق ہو۔ ۲۔رسمِ مُصحفِ عثمانی کے موافق ہو۔ ۳۔باعتبار سند صحیح ہو، اورائمہ قرأت میں جانی پہچانی ہو۔ ۲۵؎ حفظ میں تین چیزوں کی نگہداشت لازمی ہے، ۱: یادداشت۔ ۲: تجوید۔ ۳: لہجہ۔

اجراءِ قواعد

ہرعلم کے قواعد کی معرفت کے بعد لازم ہے، کہ قواعد کا عبارت میں اجراء کردیا جائے ۔خواہ وہ علم نحو و صرف ہو یا علمِ تجوید ہو، یا پھر کوئی اور علم ہو۔اساتذہ کرام قواعد کو عبارت میں دکھلاتے اور طالب علم سے اجراء کرواتے جائیں ۔اس سے قواعد کی پختگی اور نکھار پیدا ہوگا، قواعد کا استحضار رہے گا ،اور دوران تلاوت قواعد پر عمل کرنا نہیں چھوٹے گا، اکثر طلباءقواعدکوازبر کرلیتے ہیں ۔لیکن اجراء (عملی مشق) نہ ہونے کی وجہ سے عبارت میں قواعد پر عمل نہیں کر پاتے ۔اس کیلئے ضروری ہے ۔کہ متعلقہ استاذ محترم قواعد کے اجراء پر دھیان دیں۔مخارج حروف پُر باریک۔اخفاء، واظہار، وادغام، واقلاب، اور مدّات کے اجراء پر نظر رکھیں ۔جن قواعد کو طلباء پڑھ چکے ہیں۔اُن پر عبارت میں عمل نہ ہوتا ہو۔تو فوراً طالب علم کو ٹوک دیں۔اصلاح کرلیں، کچھ مدت اسطرح کرنے سے بچوں میں قواعد پر عمل کی عادت پُختہ ہو جائے گی۔طلباء ناظرہ قرآن کریم پڑھنے والے ہوں، یا حفظ کرنے والے، ہر دو کی نگرانی دورانِ تلاوت کرنی لازمی و لابدی ہے ۔لمحہ بھر بھی کوتاہی نہ کریں، بلکہ ابتداء ہی سے بچے کو صاف ستھرے انداز میں ڈھال لیں ۔تو آگے چلکر وہی بچہ باصلاحیت بن سکے گا۔سہولت اورآسانی کیلئے چندصورتوں کا اِجرا پیشِ خدمت ہے۔تاکہ قارئین کتاب کیلئے نمونہ بن سکے۔

نمونئہ اول

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ س باریک ہے، لام اللہ باریک ہے، رپُر ہے، ما میں الف مدہ ہے، الرَّحِیۡمِ کی راپُر ہے، یائے مدہ اور مدّ عارض وقفی ہے۔ اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ ۔ میں لام باریک ہے، میم کا اظہار ہے، تا باریک ہے، راپُر ہے، کاف باریک ہے، اور یائے لین ہے، رَبُّکَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِیۡلِ ۝۔ میں راپُر ہے، ب اور کاف سخت ہیں، ص پُر ہے، الف مدہ ہے، (مداصلی) لام کا اظہار ہے، اور فِیۡلِ میں مدّ عارض وقفی ہے۔ اَلَمۡ یَجۡعَلۡ کَیۡدَ ھُمۡ فِیۡ تَضۡلِیۡلٍ ۝ میں میم کا اظہار ہے، جیم کا قلقلہ ہے، لام کا اظہار ہے، کاف سخت ہے، یائے لین ہے، میم کا اظہار شفوی ہے، فِیۡ میں یائے مدہ ہے، تا باریک اور ضاد پُر ہے، یائے مدہ اور مدعارض وقفی ہے۔ وَّاَرۡسَلَ عَلَیۡھِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ ۝ میں راپُر ہے، اور لام باریک و سخت ہے، یائے لین ہے، م کا اظہار شفوی ہے، طاپُر ہے یائے لین ہے، راپُر ہے، نون تنوین کا اظہار ہے، با میں الف مدہ (مداصلی) ہے، یائے مدہ اور مدعارض وقفی ہے، تَرۡمِیۡھِمۡ بِحِجَارَۃٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍ ۝ میں تا باریک ہے، راپُر ہے، یائے مدہ ہے، میم کا اظہار شفوی ہے، جیم کے ساتھ الف مدہ ہے، راپُر ہے، تنوین کا ادغام باغنہ ہے، مِنۡ میں اخفائے حقیقی ہے، س باریک ہے، یائے مدہ اور مد عارض وقفی ہے، فَجَعَلَھُمۡ کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍ ۝ ھُمۡ میں میم کا اظہار شفوی ہے، کاف باریک ہے، ص پُر ہے، تنوین کا ادغام باغنہ اور ھمزہ کا جھٹکا ہے، واؤ مدہ اور مدعارض وقفی ہے۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ۝ میں یائے مدہ (مداصلی) ہے، الف مدہ (مداصلی) ہے، قاف پُر ہے، راپُر ہے، یائے لین اور مدلین عارض ہے، اٖلٰفِھِمۡ رِحۡلَۃَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیۡفِ ۝ میں یائے مدہ (مداصلی) ہے، لا میں الف مدہ ہے، میم کا اظہار شفوی

ہے،را باریک ہے، الف لام کا ادغام ہے، مدمتصل ہے،الف لام کا ادغام ہے،ص پُر ہے، یائے لین ومدلین عارض ہے، فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ o میں لام کا اظہار ہےواوٴمدہ (مد اصلی) ہے، راپُر ہے، الف مدہ (مداصلی) ذال نرم ہے، الف لام کا اظہار ہے، یائے لین اور مد عارض ہے، الَّذِىٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ o میں ذال نرم ہے، مدمنفصل ہے، طا کا قلقلہ ہے،میم کا ادغام باغنہ ہے،ن ساکن کا اخفائے حقیقی ہے، واوٴ مدہ (مداصلی) ادغام باغنہ الف مدہ ہے (مداصلی)،میم کا ادغام ہے،ن ساکن کا اظہار ہے، واوٴلین اور مدلین عارض وقفی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ o میں راپُر ہے یائے لین ہے، ذال نرم ہے،الف لام کا ادغام ہے، یائے مدہ اور مدِ عارض وقفی ہے، فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ o ذال نرم ہے،الف مدہ (مداصلی) ہے،ذال نرم ہے، یائے مدہ (مداصلی)،

الف لام کا اظہار ہے،یائے مدہ اور مدعارض وقفی ہے، وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ o میں لا کے ساتھ الف مدہ (مداصلی) ہے،ضاد پر ہے،علیٰ کے ساتھ الف مدہ (مد اصلی) ہے، طا پر ہے، الف مدہ (مداصلی) ،الف لام کا اظہار ہے ،س باریک ہے، یائے مدہ اور مد عارض وقفی ہے، فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ o میں یائے لین ہے،تنوین کا ادغام بےغنہ ہے،ص پُر ہے،یائے مدہ اور عارض وقفی ہے، الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ o میں ذال نرم ہے، یائے مدہ ہے، میم کا اظہار شفوی ہے،ن کا اخفائے حقیقی ہے، صاد پُر ہے،میم کا اظہار شفوی ہے،س باریک ہے،الف مدہ (مداصلی)، واوٴمدہ اور مدعارض وقفی ہے، الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ o میں ذال نرم ہے، یائے مدہ ہے،میم کا اظہار شفوی ہے، راپُر ہے، مدمتصل واوٴمدہ اور مدعارض وقفی ہے، وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ o میں میم کا اظہار شفوی ہے، واوٴمدہ (مد اصلی) ہے، الف لام کا اظہار ہے،مَا میں الف مدہ (مداصلی) ہے، واوٴمدہ اور مدعارض وقفی ہے۔

نمونہ دوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ o میں ن کا غنہ ہے، کیونکہ ن مشدّ د ہے، مدِ منفصل ہے، کیونکہ حروفِ مدہ کے بعد ھمز ہ دوسرے کلمہ میں ہے، ط پُر ہے، کیوں کہ حرف مستعلیہ ہے۔ یائے لین ہے، ی ساکن اور ماقبل زبر ہے، ن کے ساتھ الف مدہ ہے ،کھڑا زبر الف مدہ کے قائم مقام ہوتا ہے، کاف باریک ہے، ل کا اظہار ہے، جب الف لام کے بعد حروفان قمریہ میں سے کوئی حرف آ جائے تو ل کا اظہار ہوتا ہے۔ کاف باریک ہے، واوٗ لین ہے، واوٗ ساکن اور ماقبل حرف پر زبر ہے، ثا نرم ہے، راپُر ہے، وصلاً اور وقفاً دونوں صورتوں میں کیونکہ را پر زبر ہے، اور وقف کی حالت میں را سے ماقبل حرف مفتوح ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انْحَرْ o میں صاد پُر ہے کیونکہ مستعلیہ ہے، لام باریک ہے، با اور کاف باریک وسخت ہیں، ن ساکن کا اظہار ہے، ن ساکن اور تنوین کے بعد اگر حروفانِ حلقی میں سے کوئی حرف آ جائے تو اظہار ہوتا ہے ، اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَ بْتَرُ o میں ن کا غنہ ہے، کیونکہ مشدّ د ہے، الف مدہ ہے، اسکا دوسرا نام مد اصلی ہے، کیونکہ الف ساکن اور ماقبل حرف پر زبر ہے، کاف باریک ہے، لام تعریف کا اظہار ہے، کیونکہ بعدِ لام حروفان قمریہ کا ھمز ہ ہے، با کا قلقلہ ہے، جب حروفان قلقلہ ساکن ہوں تو قلقلہ کا اظہار کرنا لازمی ہے، تا باریک وسخت ہے، راپُر ہے، کیونکہ را پر پیش ہے، عزیز محترم ! اجراء قواعد کے دو نمونے درج کر دیئے ہیں۔ امید ہے کہ اساتذ ۂ تجوید کتاب میں قواعد کو پڑھا کر یاد کروائیں گے۔ اور پھر اسی ترتیب سے قواعد کا اجراء بھی کروائیں گے۔ صفات اجراء کروائیں اگر مشکل معلوم ہو تو پھر بھی دوران سبق طلباء سے صفات کے متعلق استفسار کرتے رہیں۔ تا کہ صفات یاد بھی ہو جائیں اور عمل بھی ہو جائے۔ قرآن کریم کو صحیح تلفظ وادائے گی کے ساتھ پڑھنا رضائے حق کا باعث ہے۔ وادی میں اس

علم پر جتنی بھی محنت کی جائے کم ہے۔ وَ مَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ o تَمَّتْ بِالْخَیْر، وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاِتْبَاعِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ اَجْمَعِیْنَ o

فقط

مئولف ومرتب : محمد عبدالولی چراغ

خادمُ التدریس انوارالعلوم دندی پورہ

ریاست جموں و کشمیر میں علوم اسلامیہ کی اولین درسگاہ

مندوبین کرام! ہماری ریاست کشمیر عرصہ دراز سے علوم اسلامیہ کی درسگاہوں سے خالی پڑی تھی، رسمی قران آموزی جوصرف نمازاوراسوقت کی مروجہ ختم قرآن کی رسم نبھانے کیلئے ہوتی تھی، قرآنی علوم اور بالخصوص صحت قرآن کا کوئی تصور ہی نہ تھا، انگریز کے زمانہ سے قبل بڑی بڑی درسگاہیں، جوتھیں وہ حکومت انگریز کے زمانہ میں مقفل ہوکر مفقود ہوچکی تھیں، ملک کی آزادی کے بعد کوئی خاطرخواہ انتظام یہاں کے لوگ نہیں کرسکے، ایشاء کی عظیم اسلامی یونیورسٹی ازہرالہند دارلعلوم دیوبند ہی میں کشمیر کے طلباء نے جاکر علوم نبوتؐ کی شنگی کوضرور بجھایا، جیسے علامہ کشمیریؒ اوران کے دور کے دوسرے علماء کشمیر، لیکن کشمیر کے مروجہ رسم ورواج سے عاجز آکر علامہ کشمیریؒ جیسے جبال العلم شخصیت کوبھی اپنے مادرِعلمی میں ہی خدمت حدیث انجام دینی پڑی، اُن کی دعاءِنیم شبی اورسعئ جمیلہ سے کشمیر کا مقدر بیدا ہوا، اوراسکی عملی صورت یہ بنی کہ (پاکستان) سے ایک عظیم المرتبت صاحب علم وعمل شخصیت کواللہ نے کشمیر میں دینی خدمت کیلئے منتخب فرمایا، جن سے میری مرادفخر کشمیر حضرت علامہ

حافظ محمد چراغ نصیر القاسمیؒ ہیں، موصوف نے ۱۹۴۷ء سے قبل ہی اپنے وطن مالوف سے ہجرت فرما کرضلع اسلام آباد کے علاقہ برنگ کوکرناگ کے پسماندہ گاؤں دندی پورہ میں ایک دینی درسگاہ کی داغ بیل ڈالی۔ جواسوقت کچھ عرصے کیلئے تقویۃ الاسلام کے نام سے بصورت مکتب چلتی رہی، اس درسگاہ میں رسمی قرآن آموزی سے ہٹ کرحضرت مولنٰا نے صحت قران کے قواعد کو پڑھایا اورتجوید سے عرصہ دراز کے بعد ہماری وادی کے لوگوں کوروشناس کرایا، کچھ عرصہ کے بعد تقویۃ الاسلام کا مکتب جامعہ اسلامیہ انوارالعلوم دندی پورہ کے نام سے وادی کے مختلف گوشوں میں جانا جانے لگا، اوراسوقت سے آج تک چالیس سال کے لگ بھگ کا عرصہ بیت گیا کہ جامعہ اسلامیہ انوارالعلوم دندی پورہ علومِ اسلامیہ کی خدمت میں بالخصوص حفظ قرآن اورقرأت قرآن کے عظیم اورمبارک کام کی نسبت سے نہایت موزون طریقے پررواں دواں ہے، اورآج حضرت مولانا کی برکت اوردعاءنیم شبی کا نتیجہ ہے

کہ جامعہ اسلامیہ انوارالعلوم ایک تناور درخت کی صورت اختیار کرچکا ہے، اوردادی کے مختلف دیہاتی علاقہ جات میں مکاتب اورمدارس کا جال پھیلادیا ہے، آج جموں وکشمیر ریاست میں جتنے بھی مدارس اسلامیہ خوردوکلاں دین کی خدمت میں محوعمل ہیں، اُن سب کو جامعہ اسلامیہ انوارالعلوم کی مرہون منت سمجھا جائے تو بجا ہوگا۔ میرے ہم وطں دوستو! مدارس اسلامیہ دینی قلعہ ہیں، اسلام کے متعلق ہرعلم مدارس کی چہاردیواری ہی میں ملیگا۔ آپ کم ازکم اپنا قرآن درست کرنے کیلئے مدارس اسلامیہ کا رخ کیجئے۔ بغیراسکے کہیں سے بھی علوم اسلامیہ کا حصول ناممکن ہے۔ گومطالعہ کی صورت میں آج کے دور میں آپ کوعلم کا ایک بڑا ذخیرہ حاصل ہوسکتا ہےلیکن عالمانہ مزاج کےنوجوان قوم میں پیدا کرنے کے لئے مدارس اسلامیہ کی ہرممکن معاونت لازمی ہے۔